نعت و منقبت اور غزلوں کا عمدہ مجموعہ

فردوس خیال

اظہار خیال

کنز الدقائق حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری

صدر برکاتی دار الافتاء والقضاء، الجامعۃ الرضویہ کلیان

ناشر

غوث الوریٰ اکیڈمی

زیر اہتمام: الجامعۃ الرضویہ کلیان تھانہ مہاراشٹر

نعت و منقبت اور غزلوں کا عمدہ مجموعہ

فردوسِ خیال

اظہار خیال

کنز الدقائق حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری
صدر برکاتی دارالافتاء والقضاء، الجامعۃ الرضویہ کلیان

ناشر
غوث الوریٰ اکیڈمی
زیر اہتمام: الجامعۃ الرضویہ کلیان تھانہ، مہاراشٹر

پیشِ لفظ

کنزالدقائق بقیۃ السلف استاذ العلماء والشعراء حضرت مفتی حسن منظر قدیری اطال اللہ تعالیٰ عمرہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں آپ کی درجن سے زائد تصنیفات وتالیفات زیور طباعات سے آراستہ ہوکر منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔ نثرنگاری کے معاملے میں آپکے رشحات قلم سے سیکڑوں مضامین اب تک مذہبی رسالوں میں شائع ہوچکے ہیں آپ قلم کے دھنی ہیں۔

اللہ رب العزت نے آپ کی ذات ستودہ صفات میں بے شمار خوبیاں ودیعت فرمائی ہیں جہاں آپ کی نثریات میں تحقیق وتدقیق بے شمار پیچیدہ علوم وفنون کی عقدہ کشائی بھی آپ کی ذات اپنے وقت کے ایک فنکار کی حیثیت سے متعارف ہوتی ہے۔ آپ قلمی میدان کے شہسوار ہیں جس طرف رخ کرتے ہیں آپ کا قلم صحن قرطاس پر سرپٹ دوڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ آپ کا انداز تحریر جداگانہ ہوتا ہے۔ آپ کا اپنا منفرد اسلوب ہے شعروسخن میں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ کی شاعری کہنہ روایتوں کو برقرار رکھتے ہوئے جدت کا پہلو لئے ہوئے ہے۔

مجھے بیحد خوشی ہورہی ہے کہ "غوث الوریٰ اکیڈمی کلیان" نے جہاں درجنوں رسائل وجرائد شائع کئے ہیں وہیں پر فخر ہورہا ہے کہ کنزالدقائق حضرت مفتی حسن منظر قدیری

مدظلہ العالی کی شاعری حمد ونعت ومناقب وقطعات اور غزلیات کا مجموعہ ''فردوس کا منظر'' شائع کررہی ہے۔

دراصل حضرت مفتی صاحب قبلہ کے وہ کلام جو کافی جدوجہد کے بعد اکٹھا کئے گئے انھیں کلام کی اشاعت کا فریضہ غوث الوریٰ اکیڈمی انجام دینے جارہی ہے۔ حضرت کے بہت سارے کلام ضائع ہوگئے جسکا بے پایاں افسوس ہے حضرت مفتی صاحب قبلہ کی شاعری کا رنگ حمد ونعت اور قطعات وغزلیات میں دور حاضر کے شعراء سے خاصا مختلف ہے۔ ہر شعر ایسا لگتا ہے کہ جدت کا پہلو لئے ہوئے ہے اور آپ کی بندش نہایت ہی اچھوتی ہوتی ہے،

قارئین حضرات جب آپ ''فردوس کا منظر'' پڑھیں گے تو خود ہی احساس کرینگے۔ میں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں مولیٰ تعالیٰ حضرت مفتی حسن منظر قدیری کے شعروسخن کو بھی وہی مقبولیت عطا فرمائے جو مقبولیت آپ کی نثریات کو حاصل ہے۔ آمین ثم آمین۔۔۔

محمد مسعود رضا قادری
بانی الجامعۃ الرضویہ کلیان

از قلم: محمد جہانگیر اشرف رضوی

مصنف کا سوانحی خاکہ

○

اسم گرامی: حسن منظر، تخلص منظرؔ، نسبت طریقت قدیری
ولدیت: منشی عین الدین مرحوم بن منشی عبدالعلی مرحوم
سکونت: گانگی ٹولہ پتھار بستی، بہادر گنج، کشن گنج، بہار
ولادت: بیسویں صدی کے پانچویں دہے میں ہوئی، تعلیمی اسناد پر ۱۲/اپریل ۱۹۴۸ء ہے۔ یہ پتھار بستی کیوں؟ پچھاڑ بستی ہونا چاہئے، کیوں کہ حضرت قدیری نے تو علم وفن کے نہ جانے کتنے سور ماؤں کو پچھاڑ دیا ہے۔

خاندانی ماحول: خاندان کا ماحول دینی تھا اور علمی بھی، برطانوی راج میں فارسی کا بڑا زور تھا، باپ دادا معروف فارسی داں تھے، زمینداری کے مالک تھے، حکومت کی طرف سے مال گزاری کی تحصیل کی خدمت پر مامور تھے۔ بڑے بھائی منشی محی الدین احمد جو اپنی نانیہال میں رہتے تھے، فارسی زبان وادب کے ماہر اور شاعر تھے۔ وہیں زمین جائداد کی دیکھ ریکھ بھی کرتے تھے، تعلیم وتدریس کی بساط بھی پھیلا رکھی تھی۔ محدث اعظم ہند سے مرید تھے، اشرفی نسبت بھی تھی، شاعری میں تخلص بھی، معلوم ہوتا ہے، نانیہال داد کے یہاں میں تعلیم وتعلم کی چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ شعور وسخن کی بہار بھی موجود تھی، ایسے خاندانی ماحول میں حضرت قدیری نے جنم لیا۔

تعلیم کا پہلا پڑاؤ: گاؤں کا مکتب تھا، جہاں انہوں نے قاعدہ، قرآن، اردو کی تعلیم لی، باپ کا سایہ شفقت بچپن ہی میں سر سے اٹھ چکا تھا، اب جو کچھ تھا، ماں مرحومہ کا وجود تھا، انسانی سیرت کی تشکیل میں اس وجود کا کیا رول ہوتا ہے۔ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں، اسی وجود مسعود کی برکت سے حضرت قدیری کی تعلیم و تربیت ہوئی، درمیان میں یہ سلسلہ تعلیم ذرا متاثر بھی ہوا۔

دوسرا پڑاؤ: کون جانتا تھا، پتھار بستی کا یہ بچہ آگے چل کر دین حق کا زیرک پہرہ دار ہوگا، قدرت نے دستگیری فرمائی، ماں کی ممتا نے انگڑائی لی، دادیہال نے یہاں سے اٹھایا، نانیہال میں پہنچا دیا، جہاں ان کے بڑے بھائی درس و تدریس میں مصروف تھے، بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کو از سر نو قرآن پڑھایا، اردو کی کتابیں پڑھائی، ابتدائی فارسی پڑھایا، حافظ سلطان احمد مرحوم سے بھی علمی اکتساب کیا، یہ حافظ مرحوم دربھنگہ کے باشندہ تھے، یہاں آکر مدرسی کرتے تھے۔

تیسرا پڑاؤ: مدرسہ جامع العلوم شرفیہ، چکلہ، چندر گاؤں، تحصیل بائسی، یہ اس زمانہ میں ایک اعلیٰ مرکزی ادارہ تھا، ابتدائی عربی، انتہائی فارسی کی تعلیم کے لئے خاصی شہرت رکھتا تھا، بڑے بھائی منشی محی الدین اشرفی نے برادر اصغر کا علمی ادبی مذاق دیکھ کر اس مدرسہ شرفیہ میں بھیج دیا، بچہ تو ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات تھا، دو ہی سالوں میں فارسی نصاب درس ختم کر کے ہی دم لیا۔ گلستان، بوستان، زلیخاں، سکندر نامہ، بہار دانش، انوار سہیلی، انشاء خلیفہ، انشا، تمیز، دیوان ہلالی، دیوان غنی، دیوان حافظ کے گویا حافظ ہو گئے، یہ ۱۹۵۶ء تا ۱۹۵۸ء کا عرصہ تھا، غالباً اس وقت وہاں مولانا محمد تمیز الدین بہتا والے استاذ رہے ہوں گے۔

چوتھا پڑاؤ: حضرت قدیری، جب تو حضرت قدیری نہ تھا، اس وقت تو وہ صرف حسن منظر تھا۔ مانند بلبل پر لگا تھا، گل علم کے پیچھے کشاں کشاں اڑتا پھرتا تھا، مدرسہ اشرفیہ سے اٹھا، تو سیدھے مدرسہ عارفیہ میں جا بیٹھا، یہ مدرسہ عارفیہ چنامنا علاقہ اسلام پور دیناج پور میں ہے۔ یہاں وہ فاضل یگانہ، جادۂ درس بچھائے بیٹھا تھا، جو بہ

یک وقت جید عالم، باکمال بزرگ، روشن ضمیر صوفی، مطلق استاذ الکل تھا۔ جس کی درسگاہ کی شہرت صرف صوبہ بہار ہی نہیں، پورے ہندوستان میں تھی، نام نامی تھا محمد نصیر الدین سابقہ جو چاہے لگا دیجئے، نصیر العلما، نصیر الملت، سب فٹ ہوگا۔ لاحقہ اشرفی تھا اور اب علیہ الرحمہ بھی ضرور لگائیے۔ حضرت قدیری یہاں بھی دو ہی برس رہے۔ انہی دو برسوں میں میزان لصرف سے پکڑا۔ شرح جامی تک پڑھ کر چھوڑا۔ یہ ۱۹۵۹ء، ۱۹۶۰ء کا دورانیہ تھا۔

شبہ نہ کیجئے، چار برس کا نصاب دو برس میں کیسے پڑھا ہوگا، کیا پڑھا ہوگا، وہ طالب علم ہی نہیں تھا، جو صرف کتابیں پڑھتا ہے۔ حسن منظر تو کتابیں پڑھتا بھی تھا، گڑھتا بھی تھا۔ وہ تو جن تھا، کتابیں پی جاتا تھا، وہ تو دیمک بھی تھا، متن، حاشیہ، بین السطور سبھی کچھ چاٹ ڈالتا تھا، جی ہاں! ذہانت ہو، تو ایسی ہو، فطانت ہو، تو ایسی ہو۔

پانچواں، چھٹا پڑاؤ: یہ ۱۹۶۱ء کا سال تھا، اس سال پہلے وہ بحر العلوم کٹیہار میں غوطہ لگائے، پھر جامعہ حمیدیہ بنارس بھی پہنچے اور صبح بنارس کا لطف بھی اٹھایا۔ اس سال بحر العلوم میں حضرت مولانا محمد یوسف پٹنوی، حضرت مولانا مشتاق احمد رضوی مظفر پوری، حضرت مولانا محمد شہاب الدین اشرفی علیہم الرحمہ کارِ تدریس میں مصروف تھے اور جامعہ حمیدیہ میں حضرت مولانا قاضی شمس الدین جونپوری، حضرت مولانا محمد سلیمان بھاگل پوری علیہما الرحمہ مشغول درس تھے۔ ان حضرات قدس اسرارہم سے تھوڑا ہی سہی، حضرت قدیری کو شرف تلمذ حاصل تو ہے۔

ساتواں پڑاؤ: یہ آخری پڑاؤ ہے، اب اس سے آگے جاتے بھی، تو کہاں جاتے۔ افلاک تو سات ہی ہیں۔ علم کے افلاک بھی سات ہی ہونے چاہئے، گھاٹ گھاٹ پانی پیتے رہے، سفر کرتے رہے۔ اب انہیں مہا ساگر، مہا گھاٹ کی تلاش تھی اور یہ مہا ساگر، مہا گھاٹ منظر اسلام بریلی تھا، وہاں آخر ان کو لگا، گویا ان کو ان کے خوابوں کی تعبیر مل گئی۔ ان کے ذہن میں بریلی شریف کا جو تصور تھا، اب وہ علم وفن کا چشمہ ان کی نگاہوں کے سامنے تھا، جس سے وہ اپنی علمی تشنگی بجا رہا تھا، یہ علم وفن کا ایک

شہر تھا اور فکر و آگہی کا ایک مینارہ۔ جس سے وہ گمشدۂ منزل نشانِ منزل ڈھونڈ رہا تھا۔

بحر العلوم مفتی سید افضل حسین مونگیری نے درج ذیل کتابیں پڑھائیں:

صدرا، مسلم الثبوت، ملا حسن، حمد اللہ، قاضی مبارک، توضیح تلویح، تصریح، شرح چغمینی، شمس بازغہ، اقلیدس، ہدایہ آخرین اور بخاری شریف۔

مشکوٰۃ شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف کا درس حضرت محدث احسان علی مظفر پوری سے لیا۔

ہدایہ اولین، جلالین شریف، ہدایۃ الحکمۃ، میذی، نور الانوار، حضرت علامہ جہانگیر احمد سے پڑھیں۔

۱۹۶۵ء میں نصاب درس پورا ہو چکا تھا، ایک سال انہوں نے خود ہی بڑھا دیا، تاکہ وہ فنون کی مزید تعلیم ان حضرت کبار سے لے سکیں۔ چنانچہ ۱۹۶۶ء میں امتیازی نمبرات سے پاس ہوئے اور دستار و سند سے نوازے گئے۔

جستجو ہو تو ایسی ہو: حضرت قدیری اب باقاعدہ حضرت قدیری بن گئے تھے، درس نظامی کے دوران ہی جامعہ اردو علی گڈھ سے ادیب، ادیب ماہر، ادیب کامل کے امتحانات دے کر امتیازی نمبرات حاصل کر چکے تھے۔ مگر شوق علم ابھی ماند نہیں پڑا تھا، لہٰذا انگریزی میں علی گڈھ سے ہائی اسکول پاس کیا۔ آئی۔ اے کیا۔ بی۔ اے کیا۔ نتائج امید سے بڑھ کر برآمد ہوئے، حوصلہ بڑھ گیا، پھر انگریزی کے علاوہ تمام مضامین میں ہائی اسکول سے بی۔ اے تک کا جان گسل مرحلہ طے کیا۔ سخت محنت کی وجہ سے اس درمیان ان کی صحت ایسی گری کہ زندگی سے مایوس ہو گئے، پریم سنگھ ہاسپٹل میں ۱۸؍ دن گزر گئے، تب جا کر زندگی کے آثار کچھ نظر آنے لگے، ان کے محسن محمد منظور خان مرحوم جن کے یہاں وہ کھانا کھاتے تھے، انہوں نے اس کڑے وقت میں ان کی دستگیری فرمائی۔ یہ تو ہوا، مگر وہ گوہر مقصود حاصل کرنے میں کامیاب ہی نہیں، بہت کامیاب ہو گئے۔

وطن واپسی: ۱۹۶۸ء کے وسط میں وہ تبدیل آب و ہوا کے لئے وطن لوٹ گئے،

والدہ مرحومہ حیات تھیں، جو پریشان تھیں، بیٹے کو پا کر ان کا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا۔ کچھ مہینوں کے بعد صحت تازگی میں بدلنے لگی، صحتیاب ہوئے تو مدرسہ اشرفیہ میں مدرس ہو گئے۔ یہ مدرسہ خانقاہ شرفیہ گانگی میں ہی تھا، جو ان کے گھر سے قریب تھا، یہ ۱۹۶۹ء کا سن تھا، ۱۹۷۰ء میں مدرسہ انوار الاسلام میں منتقل ہو گئے۔ یہ مدرسہ بھی گانگی ہاٹ ہی میں تھا، جو مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے ملحق تھا، گاؤں کی صحت بخش فضا تھی، خوشگوار آب و ہوا تھی۔ اب ان کا مرض ان کو چھوڑ چکا تھا اور وہ کامل صحت یاب ہو چکے تھے۔ جتنا انہوں نے علم حاصل کیا تھا، وہ ان کے سینے سے ابلنے کے لئے بے تاب تھا۔

رخت سفر باندھ لیا: ۱۹۷۱ء میں ہندوستان پاکستان آمنے سامنے تھا۔ آر پار کی جنگ جاری تھی۔ حضرت قدیری کا وفور علم بھی ان سے جنگ پر آمادہ تھا کہ وہ گھر سے نکلے، کہیں باہر جا کر اسے پھیلائے، مفکر اسلام مفتی محمد ایوب مظہر بریلی جا رہے تھے، وہ بھی ان کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ مفکر اسلام کا تقرر دار العلوم شاہ عالم میں ہو گیا۔ مفتی اعظم ہند نے انہیں احمد آباد بھیج دیا، مفکر اسلام کو وہاں ایک دمساز چاہئے تھا۔ ماحول بنا کر جلد ہی حضرت قدیری کو بریلی سے بلا لیا۔ ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ استاذ العصر علامہ محمد سلیمان اشرفی بھاگل پوری بھی تشریف لے گئے اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہو گئے۔ شعبان کے مہینے میں دستار فضیلت کا اجلاس ہوا۔ سیدنا حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ بہ نفس نفیس شریک اجلاس ہوئے۔ اساتذہ، اراکین، فارغین، کو اپنی نورانی عرفانی دعاؤں سے نوازا۔

بریلی کی علمی بہاروں نے بلا لیا: ۱۹۷۲ء کے شوال میں بریلی شریف حاضر ہوئے، تو وہاں علمی بہاروں نے آواز دی اور آپ مظہر اسلام میں بحال ہو گئے۔ یہاں ذمہ میں درس بھی تھا اور افتا بھی۔ دونوں ذمہ داری ۱۹۷۵ء تک بخوبی نبھائی، اسی برس کچھ دن کے لئے 'جامعہ رضویہ' کیمری ضلع رامپور بھی منتقل ہوئے۔

وطن کی کشش: ۱۹۷۵ء ہی میں شادی بھی ہو چکی تھی۔ وطن کی کشش تو تھی ہی، دار العلوم محی الاسلام بجرڈیہہ، بائسی ایک بڑا ادارہ تھا، جو حکومت بہار کا منظور شدہ تھا۔

جگہ بھی خالی تھی، فقیہ النفس مفتی مطیع الرحمٰن رضوی صاحب وہاں پہلے سے موجود تھے، گھر کی کشش، وطن کی مٹی کی خوشبو، ہم فکر رفیق کار کی معیت، سب نے مل کر ان کو رام پور سے بائسی کھینچ لیا اور وہ ۶/ اکتوبر ۱۹۷۶ء میں محی الاسلام کی گھنی چھاؤں آ گئے۔ یہاں آپ مدرس ہوئے، مفتی ہوئے، پرنسپل ہوئے، ایک طویل عرصہ گزر گیا، اب آپ اپریل ۲۰۱۰ء میں محی الاسلام سے ریٹائر ہوئے ہیں۔

علمی پایہ: بائسی کی بزم یاراں تھی، اس کے یہ ایک رکن رکین متین تھے۔ بجرڈیہہ بائسی اور جنتا ہاٹ کے درمیان ہے۔ مگر جنتا سے زیادہ قریب ہے۔ یہ بستی سڑک کے دونوں سائڈ آباد ہے۔ دار العلوم محی الاسلام لب سڑک پچھّم جانب ہے۔ اتر پچھّم دکھن تینوں طرف سے دو منزلہ عمارت ہے۔ جنوب طرف ہی مسجد بھی ہے۔ درمیان میں کھلا صحن ہے۔ سڑک کی طرف بڑا گیٹ ہے۔ وہیں بالکل سامنے پورب جانب حاجی تجمل حسین مرحوم کا عالیشان بنگلہ ہے۔ حاجی مرحوم علم پرور آدمی تھے، ان کو مالی سماجی حیثیت حاصل تھی۔ یہ دار العلوم ان کی دین نہیں، تو اس میں ان کی بلیغ کاوش ضرور شامل ہے، خدا ان کی قبر ٹھنڈی رکھے۔

ہاں! تو بات تھی علمی پایہ کی۔ بنیادی طور پر آپ گہری بصیرت کے جید عالم ہیں۔ فقہ واصول پر کافی درک ہے۔ جملہ فنونِ درسیات پر دسترس رکھتے ہیں۔ کلام ومناظرہ میں ان کے زیر نگین ہے، منطق فلسفہ، حساب، ہندسہ، ریاضی اور دیگر طبعیاتی علوم بھی تحت قدرت ہیں۔ انگریزی میں مہارت حاصل ہے۔ زبان وادب ان کی گھٹی میں پڑا ہے۔ نعت شریف، مذاق شعری کی غذا ہے۔ غزل تو ان کی محبوب ہے۔ دیگر اصناف سخن بھی ان کی زنبیل شاعری کا سامان ہے۔ ارکان واوزان شعری پر ید طولیٰ حاصل ہے۔ کہئے، ایسا ہمہ داں ہفت خواں شخص اور کہاں ملے گا۔ پھر کس میں یارا ہے، جو ان کے پایہ علم کی بلندی کی طرف نظر اٹھانے کی جرات بھی کر سکے، یہ مبالغہ نہیں، حقیقت ہے، ابھی حیات ہیں، کوئی چاہے، تو کسی بھی فن میں دو دو ہاتھ کر سکتا ہے۔

فتویٰ نویسی: یہ کیوں کر ممکن ہے، کوئی دریا میں رہے، پھر پیاسا رہ جائے،

حضرت قدیری کی تعمیری شخصیت، فکری ارتقا میں ایک سے بڑھ کر ایک کردار، رول ماڈل دکھائی دیتا ہے، خصوصاً درسگاہ بریلی، بریلی کا رکشہ پولر جب مسئلہ بتا سکتا تھا، تو پھر درسگاہ بریلی کا دریوزہ گر کتنا بڑا دینی دانشور بن سکتا ہے۔ بریلی، رام پور، بائسی، جہاں بھی رہے، فتویٰ نویسی کا قلمدان برابر ساتھ رہا۔ یہ صادر کیے گئے فتاویٰ، ان کی فتویٰ نویسی کی مہارت اور فقاہت پر روشن ثبوت ہے۔

ادبی ذوق: کہتے ہیں کہ فتویٰ کی زبان الگ ہوتی ہے۔ ادب کوئی الگ چیز ہے۔ مفتی ادیب نہیں ہوتا یا اچھی نثر لکھنے پر قادر نہیں ہوتا، حضرت قدیری کی نثر پڑھیے، یہ مغروضہ غلط ہوتا ہوا نظر آئے گا۔ بلکہ میں چاہوں گا، یہاں یہ جملہ لکھ دوں، ادیب کوئی بھی ہو سکتا ہے، مفتی ہر شخص نہیں ہو سکتا، مفتی ادیب بن سکتا ہے، مگر ادیب مفتی ہرگز نہیں بن سکتا، جی ہاں! ادب ادب ہے، افتاء افتاء ہے۔

حضرت قدیری دیہات میں پیدا ہوئے، مگر ماحول ادبی پایا۔ والد انشا پرداز تھے اور بڑے بھائی ادیب و شاعر دونوں۔ شخص عناصر کی تشکیل میں یہی ماحول بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ پھر جو بچہ ذہین بھی ہو، باذوق بھی، وہ تو چاند پہ کمند ڈال ہی سکتا ہے۔ قدرت کی مہربانی صرف شہر پر تو ہے نہیں، دیہات بچارے نے کیا گناہ کیا ہے، کیا یہ دیہی علاقہ اس کی کائنات کا حصہ نہیں، بات وہی ہے، قدرت جس ذرہ کو چاہے، منتہائے کمال تک پہنچا سکتی ہے۔ قطرہ، دریا بن جائے، آفتاب بے نور ہو کر رہ جائے، قدرت کا یہ فیصلہ ہو سکتا ہے۔

حضرت قدیری بچپن ہی سے باذوق تھے، ابھی مکتب ہی کی تعلیم ہو رہی تھی، ان کا ادبی ذوق ہمک رہا تھا، آپ اپنی خودنوشت میں لکھتے ہیں:

> میری علاقائی زبان اردو نہیں، میں نے اردو سیکھی اور اردو کا ذوق پیدا کیا۔ میری ادبی زندگی کا طالب علمی ہی کے دور سے آغاز ہوا، جب مکتب میں پڑھ رہا تھا، شروع ہی سے اخبار ورسائل پڑھنے کا میرا مزاج رہا۔،،

جب بریلی پہنچے، تو بریلی کی ادبی فضا نے ان کے ذوق ادبی کے رخ پر غازہ مل دیا۔ سمند شوق بے تکان سرپٹ دوڑنے لگا۔ مضمون نگاری شروع کر دی۔ ماہنامہ 'نوری کرن' بریلی میں چھپنے لگے۔ پھر مختلف رسائل وجرائد میں ان کے بکثرت مضامین چھپے ہیں۔ مثلاً 'پاسبان' الہ آباد، 'ہدیٰ' دہلی، 'نور مصطفیٰ' پٹنہ، 'مظہر حق' بدایوں، 'اعلیٰ حضرت' بریلی، 'کنزالایمان' دہلی، 'بطحا' حیدرآباد۔

قلمی یادگار: مضامین ومقالات جو مطبوعہ غیر مطبوعہ صورت ہیں، سے ہٹ کر مستقل تصانیف بھی ہیں، چند کتابوں کے نام یہ ہیں۔

١ تقدیر کائنات، مطبوعہ، بریلی وبائسی
٢ چراغ راہ، مطبوعہ، بریلی وبائسی
٣ عکس جمیل، مطبوعہ، بائسی
٤ تجلیات شرف، مطبوعہ، گانگی
٥ کنزالایمان، صحیفہ زبان وبیان، مطبوعہ ناگپور
٦ نماز اہل ایمان کی معراج، مطبوعہ کلیان
٧ ھجری اسلامی ماہ وسال کے اجالے میں، مطبوعہ کلبان
٨ میت کفن سے دفن تک، غیر مطبوعہ
٦ شخص وعکس، زیر طبع

پیغام علمی کی ادارت: یہ بہار مدرسہ ایجوکیشن پٹنہ کا ترجمان تھا۔ بہادر گنج کشن گنج سے نکلتا تھا، پیغام علمی، کی ادارت آپ کے سپرد ہوئی، آپ ہی اس کے حقدار بھی تھے۔ نہایت خوبصورتی سے کئی سالوں تک اس کی ادارت وایڈیٹنگ فرمائی۔ حضرت قدیری کے مطبوعہ مضامین، غیر مطبوعہ مقالے، پیغام علمی کے اداریئے سمیٹ کر کتابی شکل میں شائع کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ دنیا اس جوہر قابل کے جوبن کا تماشہ دیکھے، یہ وقت کا تقاضا ہے۔ کوئی قدرداں اُٹھ کر یہ کام کرے، تو علم وادب کی ایک بڑی خدمت ہوگی۔

شعری کمال: شاعری کسبی نہیں، وہبی چیز ہے، حضرت قدیری شاعر بن کر پیدا ہی ہوئے، گھریلو ماحول بھی شعر وادب کا پایا۔ جب ذرا باشعور ہوئے، شاعری شروع کردی، گاؤں کے مکتب میں بیٹھے بیٹھے شعر موزوں کرنے لگے۔ بھلے اس وقت وہ ارکان شاعری سے شدبد نہ رکھتے ہوں، اپنی یادداشت میں آپ لکھتے ہیں:

''جب میں مکتب میں تعلیم پارہا تھا، میں اشعار موزوں کرلیا کرتا تھا، اگرچہ ارکان سے واقف بھی نہیں تھا، شاعری چونکہ ایک فطری چیز ہے، لہٰذا اسی فطری جذبہ کے تحت شعر گوئی کرلیا کرتا تھا،،

اس فطری ذوق کو اس وقت اور جلا ملی، جب آپ ایک نووارد شہر یا آوارۂ شہر بن کر بریلی میں داخل ہوئے، تو کبھی مشاعروں میں، کبھی لائبریریوں میں، کبھی شاعروں، ادیبوں کی نشستوں میں شرکت کرنے لگے۔ اس کوچہ گردی نے ان کے فکر وشعور کو بالیدگی عطا کردی، چونکہ یہ امام شعر وادب امام احمد رضا کا شہر تھا۔ اس لئے نعت کے اشعار کاغذ کے سینے پر اترنے لگے۔ رسائل کی چھاتی پر چھپنے لگے، کچھ دنوں کے لئے وہ رام پور بھی رہے۔ رام پور کی تحصیل بلاس پور میں شعر وسخن کی بزم سجتی تھی۔ اس بزم میں شرکت ہوئی، تو مشہور شاعر رئیس رام پوری سے آنکھیں چار ہوئیں۔ ایک دوسرے سے بے حد متاثر ہوئے۔ چنانچہ رئیس رام پوری سے دوستی ہوگئی۔ اس دوستی نے ماہانہ 'بزم مشاعرہ' میں شرکت کرنے پر مجبور کردیا۔ نعت ومنقبت تو پہلے سے ہی قلم رو میں تھی، اب غزلیں بھی تیار ہونے لگیں اور پڑھی جانے لگیں۔ حیرت ہے، فن شاعری میں وہ کسی کے شاگرد نہیں، نہ کوئی ان کا استاذ ہے۔ یہ ہوتا بھی کیسے، وہ ٹھہرے تھے تلمیذ رحمٰن، پاکیزہ شاعری کا شاعر واقعی رحمان کا تلمیذ ہوا کرتا ہے۔

ایک جگہ رقمطراز ہیں:

''شاعری کم عمری ہی سے کرتا رہا، مگر ہر نقش جدید کے سامنے نقش کہن مٹ گیا، اس میدان میں نہ میرا کوئی استاذ، نہ میں کسی کا

شاگرد ہوں۔ میرا ذوق سلیم اور فکر وشعور ہی رہنما ہے۔ نعت گوئی کی جانب طبیعت کا میلان ہے۔ اور غزلیں بھی کہتا ہوں۔ قطعات اور نظمیں بھی میری مشق خیال وفکر ہیں۔ علاقائی شعرا کے کلام پر اصلاح بھی کر دیتا ہوں اور مفید مشوروں سے نوازتا ہوں۔ نعت وغزل کی کتابوں پر تقریظیں بھی لکھ دیتا ہوں،،

اس عبارت کی روشنی میں اب مجھے کوئی باک نہیں کہ ان کو استاذ شاعر کہہ دوں، ایک فن کہا، وہ تو ہر فن مولیٰ، ہر فن کے استاذ ہیں، بلکہ ان کے بعض شاگرد بھی اب اس درجہ کو پہنچ چکے ہیں جن کو استاذ شاعر کہا جاسکتا ہے۔

نمونۂ کلام: لیجئے اب کچھ نمونہ کلام ملاحظہ کیجئے، پہلے چند اشعار وہ، جو انہوں نے دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد جلسۂ دستار کے وقت پیش کئے تھے۔

فیض گاہ اعلیٰ حضرت ہے یہ دارِ علم وفن
پھوٹتی ہے جس کے ذروں سے ہدایت کی کرن
علم وفن کے تازہ تازہ ہیں غلاب ونسترن
عندلیب گلشن احمد رضا ہے نغمہ زن
ظلمت گجرات میں یہ نور کا مینار ہے
گمرہوں کو راہ دکھلاتی ہے جس کی ہر کرن
مجھ سے ہاتف نے کہا کہ آج یہ شانِ رضا
ظلمت گجرات میں بن کر ہے شمع علم وفن

۱۳۹۶ھ

نظر جس دن سے ہم روضۂ انور پہ رکھی ہے
گماں ہوتا ہے کہ ہستی مہ واختر پہ رکھی ہے
وہ چادر جس میں پیوند تھا بہت ہی مختصر سی تھی
مگر دیکھو تو کائنات اس چادر پہ رکھی ہے

رسول ہاشمی کون ومکاں کی سیر کر آئے
حرارت جسم اقدس کی مگر بستر پہ رکھی ہے
ابوبکر وعمر ہیں دو محافظ ابلہ جن کی
نگہبانی خدا نے تربت انور پہ رکھی ہے
حنین وبدر والے بے سہاروں پر کرم فرما
کہ فتح وکامرانی کفر نے لشکر پہ رکھی ہے
غبار کہکشاں کو رشک ہے تقدیر پر مری
کہ پائے مصطفیٰ کی دھول میں نے سر پہ رکھی ہے
خود اپنے ہی لہو میں ڈوب کر شبیر نے منظر
اٹھا کر تشنگی اپنی لب کوثر پہ رکھی ہے

نمونہ غزل: یہاں بھی چند ہی شعر نقل کرتا ہوں، سر دھنئے یا لطف اٹھائیے اختیار ہے:

دل میں تمام جلوۂ ارماں دکھائی دے
شیشے میں اک شہر نگاراں دکھائی دے
اللہ رے یہ غم یہ زمانے کا اضطراب
پتھر کا بھی دماغ پریشاں دکھائی دے
سمجھو کہ جل رہا ہے لہو بے گناہ کا
تم جہاں جہاں بھی چراغاں دکھائی دے
ہر ایک آدمی ہے غم ورنج کا اسیر
یہ دور حادثات کا زنداں دکھائی دے
منظر اسی کا نام ہے تکمیل زندگی
خود اپنی ذات خواب پریشاں دکھائی دے

شخصی خدوخال: یہ تو رہا ان کا فکر وفن، اس نازک خیال شاعر کا ذرا خدوخال بھی دیکھئے، اتنا خوبصورت شعر کہنے والا، کتنا خوبصورت ہے۔

گول سر: جس میں گودا ہی گودا ہے، مغز ہی مغز ہے۔

گورا رنگ: جس میں انڈے کی زردی جیسی چمک ہی چمک ہے۔

گداز جسم: جو نہ دبلا ہے، نہ موٹا ہے، بھرا بھرا مگر بے ڈھب نہیں

چمکدار آنکھیں: قیامت سی لپک لئے ہوئے، مگر چلتے وقت نیچے نیچے

سیدھی ناک: قدرے اٹھان لئے ہوئے، بالکل چھب دار

قد و قامت: قد زیبا، قامت رعنا، نہ ہی پست، نہ ہی دراز

لباس پوشاک: دو پلی ٹوپی، سفید کرتا، سفید پائجامہ، کھلا کھلا مگر نفیس

وضع قطع: بالکل بریلی جیسی، مونچھ ترشی ہوئی، ڈاڑھی بھری ہوئی

چال ڈھال: شریفانہ، زمیندارانہ

فکر و خیال: پاکیزہ، عالمانہ، فقیہانہ، مناظرانہ، متکلمانہ مگر نصیحت عنصر کا غالب

مزاق و مزاج: شاعرانہ مگر سوقیانہ، پھکڑ پن سے پاک

عادات واطوار: صوفیانہ، عابدانہ، زاہدانہ، مگر صوفی محض نہیں، زاہد خشک نہیں۔

علمی حیثیت: مسلم، علاقہ میں مشتہر، بیرون علاقہ مبہم

سماجی حیثیت: خوشحال، عوام وخواص میں وقار یافتہ، اعتبار یافتہ

ختم کلام: یہ ہے حضرت قدیری کی حیات وکائنات کا ایک اجمالی خاکہ اس شہرستان علم وفن کے بارے میں مواد تو بہت ہے، مشاہدات بھی بہت ہیں، لکھوں، تو دفتروں میں پھیلے مگر یہ سب پھر کبھی اپنی بات، انہیں کا ایک شعر نقل کر کے رخصت ہوتا ہوں، خدا انہیں صحت وسلامت سے رکھے، شعر یہ ہے:

اچھا ہوا میں مل گیا راہ حیات میں
ورنہ نگاہ موت مجھے ڈھونڈتی کہاں

××××××××××××××××××

حکایت ہستی

شاعری، فطرت کی دین ہے اور شاعر اس جوہر لطیف کو بطن مادر سے اپنے ساتھ لاتا ہے اور میں بھی قدرت کی فیاضی سے اس عطیہ کیساتھ خاکدان گیتی میں قدم رکھا۔

چنانچہ لڑکپن ہی سے جب مجھے اردو پڑھنے لکھنے کا شعور پیدا ہوا تو الفاظ موزوں کر کے مصرعہ یا شعر کہہ لیا کرتا! احوال وحالات کی خوشگواری سے متاثر ہوکر شعر گوئی مرے لئے بہت سہل تھی یہ فطری موزونیت کی جلوہ گری تھی ورنہ مجھے تو ارکان وبحور کی ہوا بھی نہیں لگی تھی۔

وطن سے دور کی زندگی بڑی صبر آزما ہوتی ہے ہزار آفتوں، مصیبتوں اور پریشانیوں میں زندگی گھری رہتی ہے اس گردش لیل ونہار میں بھی اسے ذوق شاعری خاموش رہنے نہیں دیتا بلکہ اسے شعر گوئی پر آمادہ کرتا ہے۔

چنانچہ عہد طالب علمی کی بات ہے جبکہ اپنے وطن سے کچھ دور، حصول علم کی جستجو میں مشغول تھا جب اپنے وطن مالوف پہونچا تو دیکھا یہاں شعر وسخن سے ماحول لالہ زار بنا ہوا ہے ماہانہ طرحی مشاعرہ کا جابجا اشتہار چسپاں ہے اس سے قبل ماحول میں تو سکوت طاری تھا آخر یہ انقلاب کیسے پیدا ہوا؟

دراصل مدرسہ انوارالاسلام گانگی ہاٹ میں حضرت مولانا خواجہ عبدالرحمٰن کا تعلیمی خدمات کیلئے تقرر ہوا تھا موصوف اچھے عالم دین ،ہوشمند ،سخن شناس اور شاعرانہ مزاج رکھتے تھے اور امام علم وفن حضرت خواجہ مظفرحسین کے احباب میں تھے جامعہ لطیفہ بحرالعلوم میں حضرت ملک العلماء کے دونوں شاگرد رشید تھے اور تاج خواجگی دونوں رکھتے تھے مولانا خواجہ عبدالرحمٰن مرحوم بائسی تحصیل اچھے پور گاؤں سے تعلق رکھتے تھے جبکہ امام علم وفن سنگھیا گاؤں کے رہنے والے تھے۔

جب موصوف کی یہاں تشریف آوری ہوئی تو گویا آمد صد بہار اور شعروسخن کا ماحول سازگار ہوگیا خموشی کا طلسم ٹوٹا اور بیداری کی لہر دوڑ گئی اداسی کے پتھر میں شعروسخن کی کاشت کی سوئے ہوئے پتھر جاگ اٹھے اور بولنے لگے خوابیدہ ذوق شاعری بیدار ہوا ''اور لوگ ساتھ آتے گئے اور کاروان بنتا گیا'' آس پاس کی آبادی سے شاعروں کا ہجوم اُمڈ پڑا اور ماحول گلزار سخن بن گیا۔

گھر پہونچا تو بام ودر پہ طرحی مشاعرہ کا اشتہار دیکھا مصرعۂ طرح تھا

''چمن کی دنیا بدل گئی ہے صبا بھی اب وہ صبا نہیں ہے''

مصرعۂ طرح دیکھ کر میرا شاعرانہ ذوق گدگدانے لگا اور میں نے دوچار اشعار کہہ ڈالے۔اور کبھی گھر واپس آتا تو ماہانہ طرحی مشاعرہ کا خوبصورت مصرع، باصرہ نواز ہوتا۔

''زندگی شعلہ بھی ہے شبنم بھی ہے''

اور کبھی سوئے وطن مراجعت ہوتی تو دیواروں پر اشتہار چسپاں ہوتا اور طرح مصرع ہے۔

''سچ بتاؤ یہ کیا اشارے ہیں''

میں کنارے، سہارے اور نظارے کے قوافی جوڑ کر شعر کہہ لیا کرتا اور کبھی دیکھا کہ مصرعۂ طرح یہ ہے۔

''شاعر کے دست فکر میں تلوار چاہئے''

اس مصرع پر بھی میں نے دیدار ۔ کردار وغیرہ کے قافئے سجا کر اشعار کہہ ڈالے آخری بار اس بزم شعرو سخن میں شرکت کی تو دیکھا کہ غالب کی غزل کا مصرع ،طرح کیلئے منتخب ہوا ہے مجھے اس وقت یہ علم نہیں تھا کہ یہ غالب کی غزل کا مصرع ہے

''گری تھی جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو''

اس بنیاد پر جب میں نے اشعار کا محل تیار کیا اگر چہ یہ محل چنداں خوبصورت نہ تھا مگر موزونیت کا حامل ضرور تھا۔

جب یہ اشعار برادر اکبر منشی محی الدین اشرفی مرحوم کی نگاہوں سے گذرے جو خود بھی شاعرانہ مزاج رکھتے تھے اور اچھا شعر بھی کہتے تھے محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل تھا اس وجہ سے ''اشرفی'' تخلص تھا اس مصرع پر ان کے مقطع کا شعر ملاحظہ ہو۔

کٹھن ہے اشرفی یہ شاعری کیا کھیل سمجھا ہے
ابھی ہے طفل مکتب تو تیرا عمدہ بیاں کیوں ہو

برادر محترم نے میرے اشعار دیکھنے کے بعد فرمایا

''یہ جو تم اشعار کہتے ہو کیا تمہیں وزن، ،بحر، رکن اور قافیہ ورذیف کا علم ہے''؟

میں نے عرض کیا

''مجھے ارکان و بحور اور قافیہ وردیف سے کچھ بھی واقفیت نہیں ہے''

بڑے پیار سے بولے

''شاعری کا تعلق علم عروض سے ہے اور علم عروض میں بحریں ،اور ارکان ہوتے ہیں اور قافیہ وردیف کی پابندی ہوتی ہے مختلف بحرین ہوتی ہیں اور جس بحر میں شعر گوئی مقصود ہو اس کے ارکان پر الفاظ سجائے جاتے ہیں پھر مصرع موزونیت کے قالب میں ڈھلتا ہے۔

برادرِ اکبر کی اس فنی توضیح پر میں اس حقیقت سے آشنا ہو سکا کہ شعر کے لوازمات کیا ہیں ورنہ اس سے قبل تو میں شعر کہہ لیتا مگر وزن و بحر سے میں قطعاً نابلد تھا افسوس کہ اس دور کے سارے اشعار ضائع ہو گئے۔

۱۹۶۲ء میں جب میں حصول علم کی غرض سے شہر بریلی پہونچا تو شہر کا شاعرانہ ماحول بڑا خوشگوار دیکھا رضا کے اس شہر محبت میں شعراء وادباء کی کمی نہ تھی ایک سے ایک استاذ شاعر موجود تھے جن کو فکر و فن پر کمال حاصل تھا ان کی صحبت نے مجھے عمدہ شعر کہنے کا شعور بخشا شہر کے ادیبوں، شاعروں اور قلمکاروں سے ملاقات ہوتی ان کی صحبت میں شاعری سے متعلق بہت سیکھنے کا موقع ملا غرض کہ ۱۹۶۲ء تا ۱۹۶۶ء کا یہ طویل عرصہ علم وفن کی جستجو۔ اردو زبان وادب کا مطالعہ اور شعر وسخن کے ماحول میں گذرا۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حصول علم وفن کے دوران میں نے جامعہ اردو علی گڑھ کے ادیب، ادیب ماہر اور ادیب کامل کے امتحانات میں کامیابی حاصل کر لی تھی ان امتحانات کی تیاری میں اردو زبان وادب اور شعر وسخن پر میرا عمیق مطالعہ رہا اردو کے ادبی رسائل پڑھنا میرا محبوب مشغلہ تھا ان امتحان کی وجہ سے دھلی کے نامور شاعروں، لکھنو کے نازک خیالوں اور عظیم آباد کے سخن وروں کو سمجھنے کا خاص موقع ملا گویا ان عظیم فنکاروں کو صرف پڑھا ہی نہیں بلکہ بڑی باریک بینی سے ان کا مطالعہ رکھا اور اب بھی مطالعہ ہے۔

پھر جب ۱۹۷۲ء میں دار العلوم مظہر اسلام نے مری تقرری پر اپنی مہر ثبت کر دی اور میں مسند تدریس پر اپنی تعلیمی ذمہ داری نبھانے لگا تو پھر شہر بریلی کے شگفتہ ماحول میں ڈوب گیا قدیم احباب سے ملاقات ہوئی اور سب نے مرحبا کہا شاعروں نے محفل شعر وسخن کی دعوت دی میں شریک بزم ہوتا رہا اہل سخن مری پذیرائی کرتے رہے۔

اس طرح کاروان حیات چلتا رہا منزلیں آتی رہیں نئے احباب ملتے رہے زبان وبیان میں نکھار اور شاعری میں پختگی آتی رہی۔

دنیا میں جو چیز وقوع پذیر ہوتی ہے اس میں رب قدیر کی کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے چنانچہ ۱۹۷۵ء کے اخیر مہینے رہ گئے تھے دارالعلوم مظہر اسلام کے مہتمم جناب ساجد علی خان مرحوم سے کسی بات پر میری نوک جھونک ہوگئی میں نے اپنا استعفاء دیدیا وہ مجھے بے حد چاہتے تھے اور انھوں نے مجھے منانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن ان کی کوشش پیہم رائگان ہوگئی اور میں اپنی ضد پر اڑا رہا۔

بریلی شریف چھوڑ کر میں قصبہ کیمری پہونچا ضلع رام پور تحصیل بلاس پور سے متعلق ایک بنجاروں کا قصبہ ہے اسی قصبہ میں قائم ''جامعہ رضویہ'' میں میرا تقرر ہوا تحصیل بلاس پور کی سرحد، کیمری سے زیادہ دور نہیں قریب ہی تھی اسلئے تفریح کیلئے بھی کبھی کبھار میں چلا جاتا اسی اثناء میں مجھے معلوم ہوا کہ یہاں بھی ادباء وشعراء رہتے ہیں اور ماہانہ مشاعرہ منعقد کرتے ہیں۔ مرے دل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی پھر یہ بھی اتفاق کی بات ہے کہ مری ملاقات ''رئیس رام پوری'' سے ہوگئی آج بھی ماضی کی طرف نگاہ اٹھتی ہے تو مرحوم دوست کا چہرہ سامنے آجاتا ہے۔

رئیس رام پوری بہت عمدہ شاعر اور قدیم روایات کے امین وپاسدار تھے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کے سینے میں محبت بھرا دل موجود تھا چہرہ پہ بڑی شگفتگی ومتانت ان کی بے پناہ محبت نے مجھے اپنا گرویدہ بنالیا اور میں ان کے حصار محبت سے نکل نہیں سکا۔

دراصل رام پور شہر میں ''خیال رام پوری اور محشر رام پوری دو استاذ شاعر تھے اور دونوں شاعروں کے علیحدہ علیحدہ خیمے نصب تھے اور ہر خیمہ سے نوآموز اور کہنہ مشق شعراء کا تعلق تھا جو اپنے بزرگ استاذ سے فیض اٹھاتے اور کلام پر اصلاح لیتے رئیس رام پوری کا رشتہ، خیمہ محشر سے تھا تو میں نے بھی اسی خیمہ سے اپنی نسبت جوڑنے میں عافیت سمجھی۔

تحصیل بلاس پور میں ہر ماہ مشاعرہ منعقد ہوتا استاذ شاعروں کے شاگرد حصہ لیتے اور اپنی کہی ہوئی غزل یا پھر استاذ کی خوبصورت غزل سناتے اور فکروفن کا اظہار کرتے پھر دوسری شعری نشست میں جواب آن غزل تیار ہو کر آجاتا اسطرح طرفین کی یہ شاعرانہ چشمک، لطف اندوز اور سرور بخش ہوتی۔

چنانچہ ایک مشاعرہ میں خیال رام پوری کے خیمہ کے شاعر نے یہ پیاری غزل پڑھی اور مجمع سے داد و تحسین کی سوغات حاصل کی۔۔

سوحجابوں سے تجھے سامنے لانے والا
میں وہی شخص ہوں پتھر کے زمانے والا
ظلمت شب ہیں یہ آہیں یہ کراہیں کیسی
دب گیا کیا کوئی دیوار گرانے والا

دوسری نشست میں رئیس رام پوری نے اسی وزن و بحر میں یہ مطلع پڑھا۔

کیا بتائے گا یہاں چاند سے آنے والا
وہی ماحول ہے پتھر کے زمانے والا

اور میں نے بھی اسی وزن و بحر میں غزل پڑھی جسکا مطلع یہ ہے

آشیانے پہ نہیں برق گرانے والا
خشک بادل سے یہ آکاش پہ چھانے والا

خیال رام پوری کے خیمہ سے جب یہ غزل پڑھی گئی مطلع یہ ہے

ان کی آنکھیں ہائے رے ہائے
نیند بھی جانے آئے نہ آئے

جواب آن غزل رئیس رام پوری نے پیش کیا مطلع یہ ہے

ان کا چہرہ ہائے رے ہائے :: دیکھنے والا دیکھے جائے
میرا مقدر تیرا خیال۔۔ :: بنتا جائے بگڑتا جائے

اور میں نے غزل پیش کی مطلع یہ ہے

سوکھے گل پہ رویا جائے :: برکھار مجھم آئے نہ آئے

اس طرح کیمری میں چند مہینے مری زندگی کے قیمتی لمحات ہیں پھر ایسے حسین مواقع کہیں بھی نصیب نہیں ہوئے۔

بہر حال میرا یہ شعری مجموعہ ہے اس میں حمد ونعت ، منقبت وغزل اور دوسرے مختلف اصناف کے اشعار سجے ہیں میں کوئی بڑا شاعر نہیں ہوں اسلئے میرے اشعار میں فنی سقم اور ترکیب و بندش میں نقص ہوسکتا ہے بہت سے اشعار ضائع ہوگئے جو میرے حافظہ وقرطاس میں محفوظ رہ سکا۔ ہدیۂ قارئین ہے۔

سنی حکایت ہستی تو درمیاں سے سنی
نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم

طالب دعا

حسن منظر قدیری

توہی معبود حقیقی بندگی کے واسطے

حمد تیری اے خدائے پاک واجب الوجود
تو ہے سب کا رب زمین و آسماں اس پر شہود

ماہ واختر سے نمایاں ہے ترا عکس جمال
اور جلالِ ذات سے لرزاں شبستانِ وجود

کیا افق ،رنگ شفق کیا بوستاں بزم جہاں
فرش سے تا عرش ہر ایک چیز سے تیری نمود

وہم وفکر وفہم کی سرحد سے تو ہے ماورا
ذات تیری بے مثال و بے جہات و بے حدود

کائنات لالہ وگل تیری حکمت پر گواہ
تیری قدرت پر ہے شاہد عالم چرخ کبود

تو ہی معبود حقیقی بندگی کے واسطے
کائنات انس وجاں بے تاب ہے بہر سجود

یاالٰہی ہو تری حمد وثنا اور اسکے بعد
پھر ترے پیارے محمد کیلئے نعت ودرود

بزمِ نورِ نعتِ حضورؐ

رہے زندگی کا حادثہ کہ میں اک مسافر لٹا ہوا
یہی وصف پاک رسول ہے جو کہ حادثہ میں بچا ہوا
جو یہ مصطفیٰ کو پسند ہو تو نصیب کتنا بلند ہو
یہ جو رنج وغم کا بیاں ہے مرے آنسوؤں سے لکھا ہوا

چمن در چمن

رات کا ہے سماں چاندنی رات ہے دونوں عالم کے سرکار آجایئے
جگمگاہٹ میں بزم سموات ہے دونوں عالم کے سرکار آجایئے

کتنی پر کیف ہے چاندنی کی دلہن رقصاں رقصاں نظر جھومتا ہے لگن
پیارا پیارا یہ خواب کا طلسمات ہے دونوں عالم کے سرکار آجایئے

سوسن و یاسمن جوہی و نسترن ، لالہ و گل کھلے ہیں چمن در چمن
ان بہاروں میں ڈوبی ہوئی رات ہے دونوں عالم کے سرکار آجایئے

شبنمی رات بھیگی ہوئی یہ فضا ، بہکا بہکا سماں مہکی مہکی ہوا
منتظر آج بہر ملاقات ہے دونوں عالم کے سرکار آجایئے

لہلہاتی ہوئی کھیت کی بالیاں ، رقص کرتی ہوئی جھک گئیں ڈالیاں
آپ کی نذر فطرت کی سوغات ہے دونوں عالم کے سرکار آجایئے

آج منظر فضا گنگناتی ہوئی اور ہوا بھی مدھر گیت گاتی ہوئی
ہر زباں پر فقط آپکی بات ہے دونوں عالم کے سرکار آجایئے

دواشک

اجلی سی فضا رنگین سماں یہ میری نظر نے دیکھا ہے
پھولوں سے بھری ڈالی ڈالی یہ بادِ سحر نے دیکھا ہے

قدرت کے حریم اقدس میں آغوش نظام فطرت میں
اک نور بشکل انسانی اللہ کے گھر نے دیکھا ہے

امت کیلئے دواشک بہے اسلام کی خاطر ظلم سہے
ایسا بھی ہوا اک راہی کو ہجرت کے سفر نے دیکھا ہے

ذروں میں دیار طیبہ کے دیکھا یہ تجلی کا عالم
غیرت سے انھیں شرمائی ہوئی تاروں کی نظر نے دیکھا ہے

میں چوم لوں انکے ذروں کو سرکار دوعالم کے منظر
جاتے ہوئے طیبہ کی جانب جس راہ گذر نے دیکھا ہے

•••••••••••

گھر جیسا

آپ آئے تو مہک اٹھا گل تر جیسا
اک زمانے سے جو ماحول تھا پتھر جیسا

اس قدر پیار کا مسکن ہے دیارِ طیبہ
چپہ چپہ یہاں لگتا ہے مجھے گھر جیسا

دیدۂ تر میں ہے تصویرِ مدینہ جب سے
ایک قطرہ مگر لگتا ہے سمندر جیسا

عارضِ گل ہو کوئی کاہکشاں یا مہتاب
ماہِ طیبہ کے نہیں روئے منور جیسا

مجھ کو تو روضۂ اقدس کی غلامی ہے عزیز
کیا کروں مانگ کے میں بخت سکندر جیسا

کوئی آئے تو اندھیروں کو مٹانے کے لئے
گر پیمبر نہ سہی کوئی پیمبر جیسا

یا نبی مجھ کو اماں دیجئے کہ لگتا ہے
سارا منظر یہاں اک فتنۂ محشر جیسا

دوشیزۂ خنداں

اے نور خدا اے شان کرم فردوس بہاراں تم سے ہے
یہ شمع حسیں یہ کیف نظر یہ محفلِ امکاں تم سے ہے

تنویر زماں ،تصویرِ مکاں، یہ حسنِ تبسم گل افشاں
خوش رنگ دھنک یہ رنگِ شفق یہ صبحِ درخشاں تم سے ہے

پر کیف ستاروں کی مستی معصوم یہ پھولوں کی بستی
آکاش کے نیلے دامن میں یہ جشنِ چراغاں تم سے ہے

خوشبو یہ نسیمِ گلشن کی صدقہ ہے تمہارے گیسو کا
یہ دامنِ گل میں کلیوں کی دوشیزۂ خنداں تم سے ہے

اصنام کی دنیا میں تم نے توحید کا پرچم لہرایا
سینے میں ہمارے ایماں کی یہ شمعِ فروزاں تم سے ہے

احسان تمہارا عالم پر تم اصلِ عالمِ امکاں ہو
جھرمٹ میں کھجوروں کے آقا یہ نظمِ خیاباں تم سے ہے

ہر سینۂ مسلم میں منظر اے صلّیِ علے اے صلّیِ علے
قندیل یہ نور ایماں کی اے جلوۂ فاراں تم سے ہے

•••••••••••

دھن والے

مرجھائے ہوئے رہتے ہیں رنج ومحن والے
رحمت کی نظر کر دو سر سبز چمن والے

چھاؤں میں کھجوروں کی تھوڑی سی جگہ دیدو
آقا ہیں مسافر ہم اور آپ وطن والے

پھر ذکرِ ولادت کا اک جشن منا لیں ہم
جلتے ہی رہیں گے یہ جتنے ہیں جلن والے

تم ماہِ مکمل ہو تم بدرِ مجسم ہو
باقی جو حسیں دیکھے وہ سب ہیں گہن والے

ہم کیوں نہ سلام اپنا بھیجیں درِ اقدس پر
آتے ہیں سلامی کو جب نیل گگن والے

شہکارِ دو عالم ہے پیکر مرے آقا کا
نقّاش یہ کہتے ہیں فرماتے ہیں فن والے

دولت کی فراوانی ہے ہاتھ مگر خالی
قربان گدائی پر کونین کے دھن والے

قسمت کی بلندی پر کیوں ناز نہ ہو منظرؔ
آنکھوں کے محل میں ہیں نورانی بدن والے

...●●●●●...

پرِ جبریل

ذکرِ گیسو کا فضاؤں کو بدلتا جائے
بزمِ میلاد میں اک عطر سا ملتا جائے

تر رہے میری زباں ذکرِ، شہِ طیبہ سے
دل مرا یادِ مدینہ میں بہلتا جائے

نور ہے گنبدِ خضریٰ سے درِ خواجہ تک
دیپ سے دیپ ہر اک دور میں جلتا جائے

پرِ جبرئیل بھی تھک جائے مگر اک انساں
قاب قوسین سے بھی دور نکلتا جائے

اک نہ اک دن درِ اقدس پہ پہنچ جائے گا
رہِ طیبہ پہ جو چلتا ہے وہ چلتا جائے

اب محبت نہ مروّت نہ اخوت منظرؔ
جیسے پتھر میں ہر اک آدمی ڈھلتا جائے

شیشۂ رحمت

دل کو سورج سے نہ بزمِ ماہ و اختر سے ملا
نور آئینہ کو رخسارِ پیمبر سے ملا

شرحِ ناممکن ہے قربِ خاص کی معراج میں
ایک قطرہ جب اجالوں کے سمندر سے ملا

مصطفےٰ کو دیکھ کر جبریل بولے آج میں
سب سے اچھا سب سے عمدہ سب سے بہتر سے ملا

اے دلِ مایوس ہونگے ختم یہ سب رنج و غم
خاک پائے مصطفےٰ کو تو مقدر سے ملا

آستانے پر کھڑا ہے کس ارادے سے عمر
شیشۂ رحمت ہی بڑھ کے در کے پتھر سے ملا

میرا ہر اک شعر عکسِ حسن سے رنگین ہے
رنگِ مدحت یہ مجھے طیبہ کے منظر سے ملا

•••••••••

گلِ نعت

وہ جانِ بہاراں بصد ناز آئے مراد اپنی سارے گلستاں نے پالی
نسیمِ سحر مرحبا کہہ رہی ہے جھکی جا رہی ہے گلابوں کی ڈالی

اِدھر فرش پر ہیں خوشی کے ترانے اُدھر ہیں فلک پر مسرت کے نغمے
بجا ہر طرف ان کی آمد کا ڈنکا اڑا عرش اعظم پہ پرچم ہلالی

پریشان دل کا ہے ماویٰ مدینہ دکھی زندگی کا ہے ملجا مدینہ
علاج ان کے در پہ ہے اپنے دکھوں کا مداوائے غم ہے وہ دربارِ عالی

قدم مسجدِ پاک کے فرش پر ہے مگر دل کی آواز تو عرش پر ہے
زمان ومکاں سے بہت دور پہونچی اذانِ بلالی اذانِ بلالی

کبھی رنج وغم ہے کبھی بے قراری شب وروز شام وسحر اشک باری
وہ رحمت میں ڈوبا ہوا گوشۂ دل نہیں ایک پل یادِ امت سے خالی

ندامت کے اشکوں سے اب چشم نم ہے گنہگار ہوں میں تو ابر کرم ہے
نظر سبز گنبد کی جانب اٹھی ہے امیدِ کرم پہ ہے چشمِ سوالی

جدائی میں آنسو بہاتا رہوں میں گلِ نعت سے دل سجاتا رہوں میں
یہی پھول تو کام آئیں گے منظرِ سرِ حشر ہوگا جو دامن یہ خالی

•••••••••••

پتھر کا دل

گونگھٹ جو پھول صبح میں کھولے گا یارسول
وہ آپ ہی کے یاد میں بولے گا یارسول

سجدہ کریں گے پیڑ اشاروں میں آپ کے
پتھر کا دل بھی آپ سے بولے گا یارسول

میزانِ عقل پر کوئی لا ہی نہیں سکا
تولے گا آپ کو تو کیا تولے گا یارسول

پہونچے گا جو گناہ لئے بارگاہ میں
داغ گناہ اپنے وہ دھولے گا یارسول

••••●●●●●•••

نسیم بہار

چھیڑی ہے فصل گل نے رسولِ خدا کی بات
کلیوں میں ہورہی ہے مرے مصطفیٰ کی بات

خوشبوئے زلف پاک کے جھونکوں کے سامنے
یہ کس نے چھیڑدی ہے نسیم وصبا کی بات

کہدے کوئی یہ جاکے نسیم بہار سے
گذرے چمن سے کرتی ہوئی مصطفیٰ کی بات

•••●●●●•••

خوشبو کا سفر

کھلا جو آمنہ کا گل مہک اٹھا حرم
مگر ہیں بوئے گل کے اب مدینہ کی طرف قدم
کہ بادِ تنگ ظرف نے ٹھہرنے ہی نہیں دیا

زمیں پہ آسمان سے ہوا تھا فیض کا نزول
پڑی تھی جسم پاک پہ شدید نفرتوں کی دھول
کہ بادِ تنگ ظرف نے ٹھہرنے ہی نہیں دیا

گلی گلی تھی خندہ زن تو کوبکو تھا ہوش میں
لہو کی بوند غرق تھی بدن کی موجِ جوش میں
کہ بادِ تنگ ظرف نے ٹھہرنے ہی نہیں دیا

تھیں وادیاں بھی راہ میں بلند کوہکسار بھی
نشیب تھا فراز تھا تو ثور کا تھا غار بھی
کہ بادِ تنگ ظرف نے ٹھہرنے ہی نہیں دیا

عدوئے دین ڈھونڈھنے نکل پڑے سراغ کو
بجھانے کیلئے چلے وہ دین کے چراغ کو
کہ بادِ تنگ ظرف نے ٹھہرنے ہی نہیں دیا

خود اپنی ہی دیار میں رسولِ پاک اجنبی
حصار کفروشرک میں وہ جان امن وآشتی
کہ بادِ تنگ ظرف نے ٹھہرنے ہی نہیں دیا

فضائے ماہتاب میں نجوم کی زبان پر
زمین تنگ ہوگئی صدا تھی آسماں پر
کہ بادِ تنگ ظرف نے ٹھہرنے ہی نہیں دیا

ہیں راستے جو پر خطر تو ہیں عتیق ساتھ میں
قدم قدم پہ ظلمتیں چراغِ عزم ہاتھ میں
کہ بادِ تنگ ظرف نے ٹھہرنے ہی نہیں دیا

صدائے مرحبا اٹھی فضائے کو ہکسار سے
رسولِ پاک آگئے مدینہ میں وقار سے
کہ بادِ تنگ ظرف نے ٹھہرنے ہی نہیں دیا

۱۹۷۶ء تاریخ ولادت پر یہ نظم کہی گئی

ہو سلام آپ پہ اے شمعِ شبستانِ ازل
فرش پہ آپ کا مسکن تو سرِ عرش محل

شور ہے آج زمانے کے صنم خانوں میں
زلزلے پڑ گئے باطل کے شبستانوں میں
کہتا پھرتا ہے یہ ابلیس بھی ویرانوں میں
اب رہے گا نہ کوئی لات نہ عزّیٰ نہ ھُبل
ہو سلام آپ پہ اے شمعِ شبستانِ ازل

آمدِ پاک سے تقدیر حرم جاگ اٹھی
خواب میں ڈوبی ہوئی روحِ کرم جاگ اٹھی
خاکِ گلزار عرب بن کے ارم جاگ اٹھی
آپ ہیں رحمت خالق کا برستا بادل
ہو سلام آپ پہ اے شمعِ شبستانِ ازل

بت شکن آیا یہی کہہ کے گرے بت سارے
پڑھتے جاتے تھے ھواللہ احد بے چارے
اک صدا گونج اٹھی کانپ گئے نظاّرے
پڑ گئی قیصر و کسریٰ کے محل میں ہلچل
ہو سلام آپ پہ اے شمعِ شبستانِ ازل

آج پیغامِ ادب باد صبا لاتی ہے
شاخ پھولوں کی گلستاں میں جھکی جاتی ہے
دنیا تعظیم کے پیکر میں نظر آتی ہے

تو بھی اے گردش دوراں ابھی کروٹ نہ بدل
ہو سلام آپ پہ اے شمعِ شبستانِ ازل

کاش میں گنبد خضریٰ کے کنارے جا کر
بہرِ تعظیم وادب اپنا جھکا لیتا سر
عرض کرتا میں یہی نعت مبارک منظر

اے صبا دوش پہ اپنے تو مجھے بھی لے چل
ہو سلام آپ پہ اے شمعِ شبستانِ ازل

••••••••••

نعتیہ گیت

میں گنہ گار ہوں اک خطا کار ہوں آپ ہیں رحمت کردگار
ہو نگاہ کرم ایک بار

اک اشارہ ہوا چاند شق ہوگیا یہ عجب بات تھی
سورج آیا ابھی لوٹ کے پھر ہوا دن ابھی رات تھی
سنگ ہو یا شجر شمس ہو یا قمر سب پہ ہے آپ کا اختیار
ہو نگاہ کرم ایک بار

سو رہے ہیں کہ آئے ہیں پیغام لے کر وہ سدرہ نشیں
عرض کرنے لگے پائے سرکار سے مل کے اپنی جبیں
چلیئے شاہ زمن پار کر کے گگن رب کو ہے آپ کا انتظار
ہو نگاہ کرم ایک بار

آسمان کے تلے ایک ایسا بھی دربار ہے کہ جہاں
کر رہا ہے ملک السلام علیک شادماں شادماں
خود بھی ربِّ جہاں ساتھ میں قدسیاں بھیجتا ہے درودوں کا ہار
ہو نگاہ کرم ایک بار

گلوں

گلوں کی مسکراہٹ

ہزاروں معجزے دیکھے مگر سر خم نہیں ہوتا
اندھیرا بوجہل کا روشنی سے کم نہیں ہوتا

گلوں کی مسکراہٹ ہیں خزاں کی گرم آہٹ میں
نبی کو یاد کرنے کا کوئی موسم نہیں ہوتا

وہ خورشیدِ رسالت ہیں اجالے سب کو دیتے ہیں
اجالا باٹنے سے تو اجالا کم نہیں ہوتا

نبی کے نام پر جشنِ خوشی کی یوں ضرورت ہے
وہ زندہ اور زندوں کا کبھی ماتم نہیں ہوتا

گذر کر منزل سدرہ سے آگے اک بشر پہونچا
بشر کے راز کا جبریل بھی محرم نہیں ہوتا

زہے قسمت فراقِ مصطفیٰ میں جی رہا ہوں میں
غمِ ہجرِ نبی منظرؔ خوشی سے کم نہیں ہوتا

•••••••••••

خوشبو کے بدن

ہم شکلِ بشر نور کا پیکر نہیں دیکھا
دنیا نے کوئی ایسا پیمبر نہیں دیکھا

کم ظرف ابو جہل نے قطرہ انھیں سمجھا
سمٹا ہوا رحمت کا سمندر نہیں دیکھا

انجام کیا ہوتا پرِ جبرل امیں کا
اچھا ہوا کہ حد سے گذر کر نہیں دیکھا

اک فرش نشیں عرش پہ پہونچے گا یہ رتبہ
جبرئیل نے سدرہ سے اتر کر نہیں دیکھا

نورانی بدن کو وہ کیا سمجھے گا کہ جس نے
خوشبو کے بدن کو کبھی چھو کر نہیں دیکھا

جنت بھی بہت خوب ہے واعظ مگر تم نے
طیبہ کے چمن زار کا منظر نہیں دیکھا

•••••••••

غبار کہکشاں

نظر جس دن سے ہم نے روضہ انور پہ رکھی ہے
گماں ہوتا ہے کہ ہستی مہ واختر پہ رکھی ہے

جو پیوند آپ کی چادر میں تھا وہ مختصر سی تھی
مگر دیکھو تو کائنات اس چادر پہ رکھی ہے

رسولِ ہاشمی کون ومکاں کی سیر کر آئے
حرارت جسمِ اقدس کی مگر بستر پہ رکھی ہے

کھجوروں کی چٹائی پر شہنشاہ مدینہ ہیں
بلندی عرش اعظم کی مگر ٹھوکر پہ رکھی ہے

ابوبکر و عمر ہیں دو محافظ تا ابد جن کی
نگہبانی خدا نے تربت انور پہ رکھی ہے

حنین وبدر والے بے سہاروں پر کرم فرما
کہ فتح وکامرانی کفر نے لشکر پہ رکھی ہے

غبارِ کہکشاں کو رشک ہے تقدیر پر میری
کہ پائے مصطفیٰ کی دھول میں نے سر پہ رکھی ہے

خود اپنے ہی لہو میں ڈوب کر شبیر نے منظر
اٹھا کر تشنگی اپنی لب کوثر پہ رکھی ہے

•••●●●●•••

نور کا سفر

وہ نورِ عرشِ بریں فرش پہ اتر آیا
بشر کی شکل میں اوڑھے ردائے انسانی
مہ ونجوم میں ہے جس کے دم کے تابانی

چمک چمک سے گئے
خاک کے حسیں ذرے
مٹی ہے شہر بتاں سے
دلوں کی بستی سے

غرور وکبروحسد کی دبیز تاریکی
اندھیرا ظلم کا پھیلا تھا ساری دھرتی پر
عرب کے ریگ زار میں
نشیب و کوہسار میں

اجالا بن کے اسی کو مٹانے آیا تھا
وہ نورِ عرشِ بریں ظلمتوں کی بستی میں

گیت کا سنگیت

قرار کیسے نہ لائیں وہ بے قراروں میں
جہانِ شمس و قمر جن کے اختیاروں میں

درِ نبی پہ صدا بھی نہ جرم ہو جائے
مرے رفیق یہاں بات کر اشاروں میں

انھیں کے گیت کا سنگیت ہے دل کی دھڑکن
انھیں کے پیار کا نغمہ ہے دل کے تاروں میں

تلاش کرتی ہوئی جس کو مغفرت آئی
اک ایسا آدمی بھی تھا گناہ گاروں میں

ورق ورق میں لکھا آپ ہی کا ذکر جمیل
حضور آپکی مدحت ہے تیس پاروں میں

ملا ہے مجھ کو اے منظرؔ وہ مرشد برحق
مثال جسکی نہیں سیکڑوں ہزاروں میں

•••••••••••

انجمن پھول کی

ان کی صورت خیالوں میں لاکر حسن کی دلکشی مانگ لیں گے
جس سے دیکھیں جمال الٰہی ہم وہی آرسی مانگ لیں گے

راہ تاریک ہے زندگی کی شمع ایماں بجھی جارہی ہے
نور والوں کے در پہ چلیں ہم کچھ وہیں روشنی مانگ لیں گے

انجمن پھول کی تو سجی ہے بند لیکن کلی میں خوشی ہے
بھاگ میں گر کلی بھی نہیں ہے پھول سے بیکلی مانگ لیں گے

بارگاہ الٰہی میں اپنا سر جھکا کر شفاعت کی خاطر
حشر میں اپنی امت کو منظر رب سے مرے نبی مانگ لیں گے

ہے تصور میں روضہ کا منظر کر رہا ہوں میں اسکا نظارہ
ایسے عالم میں گر موت آئی موت سے زندگی مانگ لیں گے

•••••••••

ردائے بہار

دیارِ پاکِ نبی کے غبار آنکھوں میں
بھرے ہوں جیسے ستارے ہزار آنکھوں میں

رسول پاک کا ہے انتظار آنکھوں میں
بچھا رہا ہوں ردائے بہار آنکھوں میں

سمٹ کے آتی ہے خلد بریں کی رعنائی
لیا ہے میں نے جو طیبہ کے خار آنکھوں میں

مدینے والے کبھی خواب ہی میں آجائیں
سجائے رکھا ہوں سپنے ہزار آنکھوں میں

لکھی ہے شہرِ مدینہ کی دید یا کہ نہیں
تلاش کرتا ہوں یہ بار بار آنکھوں میں

حرا کی صحن حرم کی دیارِ طیبہ کی
جھلک رہی ہیں سبھی یادگار آنکھوں میں

میں ایسی شان کرم پہ نثار اے منظرؔ
بسا ہے دل میں مدینہ مزار آنکھوں میں

•••••••••••

پتھر کا جواب

ڈھونڈھ کر لاؤ جو ہو ایسے پیمبر کا جواب
جو تبسم سے دیا کرتے ہیں پتھر کا جواب

نفسی نفسی میں ہے یہ جملہ پیمبر کا جواب
ایک تنہا مصطفیٰ ہیں سارے محشر کا جواب

پھول بھی دیکھے ہیں میں نے چاند بھی دیکھا مگر
پھول ہے نہ چاند اس روئے منور کا جواب

خاک کا وہ گھر کہ جس میں ہے حبیب کبریا
عرش بھی تو لا نہیں سکتا ہے اس گھر کا جواب

حضرت حسنین ہیں وہ فاطمہ زہرا کے پھول
اس کلی کی مثل ہے نہ اس گلِ تر کا جواب

اللہ اللہ دست قدرت کا یہ منظر دیکھنا
بن گئی ہیں انگلیاں لاکھوں سمندر کا جواب

••••••••••

کمالات پیمبر

سن کے پیغام نبی وقت کے خود سر جاگے
دیکھتے دیکھتے سوئے ہوئے پتھر جاگے

چشمۂ نور قدم نبی سے پھوٹ پڑا
جیسے تپتے ہوئے صحرا میں سمندر جاگے

آبھی جایاد مجھے سنگ درپاک نبی
تو جو آئے تو مرا سویا مقدر جاگے

کیا وہ آواز تھی کہ دشت وجبل کانپ گئے
لوگ سوئے ہوئے جتنے تھے وہ گھر گھر جاگے

کنکری دست ابوجہل میں بھی بول پڑی
بند مٹھی میں کمالاتِ پیمبر جاگے

ایک معصوم سی ہستی کو مٹانے کیلئے
کفر بیدار ہوا ظلم کے تیور جاگے

یانبی قبر میں منظؔر پہ کرم فرماکر
یوں سلادیجئے کہ وہ سر محشر جاگے

.....

جنت الفردوس

ایک مجرم یوں ہے دربار نبی کے سامنے
جس طرح سایہ ہو کوئی روشنی کے سامنے

دل کے آنگن میں مرے صبح مدینہ کا خیال
جنت الفردوس ہو جیسے کسی کے سامنے

مصطفیٰ کی ذات ہے آئینۂ شانِ خدا
از زمیں تا عرش ہے اس آرسی کے سامنے

اے فرشتو! مان لو میں ہوں جہنم کا مگر
پہلے مجھ کو لے چلو مرے نبی کے سامنے

رحمتوں کی بھیک لینے کیلئے ہر صبح وشام
قدسیوں کی بھیڑ ہے ان کی گلی کے سامنے

جس نے دیکھا ہے اے منظرؔ اس مسلمان کو سلام
حسن روئے مصطفیٰ کو چاندنی کے سامنے

زیورفاطمہ

سیم وزر نہ مرے سرکار خدائی مانگے
دولت کون ومکاں رکھ کے گدائی مانگے

سفر زیست کی منزل ہے درِپاکِ نبی
اس درپاک سے پھر کون جدائی مانگے

عرصۂ حشر ہے اور شافع محشر رب سے
امتی کیلئے دوزخ سے رہائی مانگے

ترک پستاں کریں فرزند حلیمہ کیلئے
دودھ کا حق شہ طیبہ سے جو بھائی مانگے

تو ہے شہزادی مگر ہے توشہ دیں کی کنیز
زیورِ فاطمہ ہی تیری کلائی مانگے

جس کو چھو جائے مصیبت کی گھڑی اے منظرؔ
اس سے کہدو شہ طیبہ کی دہائی مانگے

•••●●●●●•••

منظرِ طور

رہے زندگی کا یہ حادثہ کہ میں اک مسافر لٹا ہوا
یہی وصف پاک رسول ہے جو کہ حادثہ میں بچا ہوا

وہ بڑا شریر ولعین تھا کہ سراپا دشمنِ دین تھا
ذرا خاکِ بدر سے پوچھئے کہ ابوجہل کا کیا ہوا

جو یہ مصطفیٰ کو پسند ہو تو نصیب کتنا بلند ہو
یہ جو رنج وغم کا بیان ہے مرے آنسوؤں سے لکھا ہوا

وہی صبح وشام حیات ہے وہی ذکروفکر کی بات ہے
کبھی وہ ہوئے حرم آشنا کبھی دوست غار حرا ہوا

انھیں آندھیاں نہ مٹا سکیں کبھی دوریاں نہ بھلا سکیں
جو نقوش پائے رسول سے ہے رخ حرا پہ لکھا ہوا

کبھی کفروشرک کی یورشیں تو کبھی یہود کی سازشیں
وہ چراغ بزم حیات کا رہا آندھیوں میں جلا ہوا

کیا ہی ذکرِ پاکِ حضور ہے یہ سہانا منظرِ طور ہے
کبھی ہے سلام زبان پر تو درود لب پر سجا ہوا

•••••••••••

عرس امام احمد رضا قدس سرہ، منعقدہ ۲۵؍صفر ۱۴۲۹ھ

مصرع طرح: ٹکڑوں سے تو یہاں کے پلے رخ کدھر کریں

جب سارے لوگ مدحت خیر البشر کریں
ہم تشنہ لب کو اپنے درودوں سے تر کریں

ہجر نبی میں اشک سے ہم چشم تر کریں
آنسو کی بوند بوند کو رشک گہر کریں

غار حرا کے نقش سے ہم غار ثور تک
نقش رسول پاک کو دیکھیں سفر کریں

جائیں کہاں پہ ہم بھلا اس در کو چھوڑ کر
ٹکڑوں سے تو یہاں کے پلے رخ کدھر کریں

سرکار جو نواز دیں تو کیا بعید ہے
جا کے دیارِ پاک میں شام وسحر کریں

منظر حرم کی ساری بلائیں سمیٹ کر
یہ عشق بولتا ہے کہ ہم اپنے گھر کریں

•••●●●•••

چہرۂ نبوت

ہر مکاں مہکتا ہے ہر گلی مہکتی ہے
مصطفیٰ کے کوچہ میں زندگی مہکتی ہے

جسم پاک انور سے روشنی اگر پھوٹے
عطر گل سے بڑھ کر وہ روشنی مہکتی ہے

گفتگو جو فرمائیں پھول لب سے جھڑتے ہیں
پنکھڑی کے ہونٹوں پر تازگی مہکتی ہے

چہرۂ نبوت پر زلف گر بکھر جائے
چاند مسکراتا ہے تیرگی مہکتی ہے

کون آنے والا ہے آج شہر مکہ میں
بام و در چمکتے ہیں ہر گلی مہکتی ہے

رنگ کچھ نہیں منظؔر بس یقین ہے مجھ کو
نعت پاک کے صدقے شاعری مہکتی ہے

•••••••••••

دیوار چلے

مسکراتے ہوئے جو سیدِ ابرار چلے
ہر طرف کرتے ہوئے بارشِ انوار چلے

آگے آگے جو چلے شافع روز محشر
سر جھکائے ہوئے پیچھے سے گنہ گار چلے

بدر میں کفر پہ ایمان کی تلوار چلی
جیت ایماں کی ہوئی اہل صنم ہار چلے

بزم سرکار دوعالم جو سجی تو قدسی
آسمانوں سے درودوں کا لئے ہار چلے

بزم سرکار میں کچھ اور اجالے برسیں
اور کچھ دیر تو وصف رخ سرکار چلے

حکم جاری ہے ہر اک چیز پہ انکا منظرؔ
وہ جو دیوار سے فرمائیں تو دیوار چلے

•••●●●●●•••

موج نسیم

اے کاش ان کے روضۂ اقدس پہ جائیں ہم
نذرانۂ سجود عقیدت لٹائیں ہم

اہل جہاں سجائیں ستاروں سے انجمن
خاک در نبی سے مقدر سجائیں ہم

آئیں در رسول کی یادوں کے قافلے
اپنے غریب خانہ میں پلکیں بچھائیں ہم

موج نسیمِ گلشن طیبہ ذرا ابھی
رُکنا کہ اپنے پاؤں کی زنجیر لائیں ہم

منظر سجائیں پھول فرشتے درود کے
اُن کے لئے سلام کی کلیاں سجائیں ہم

زمین طائف

نبی کے عاشق نبی کے در پہ چلے ہیں ارمان سجا کر
کریں گے پورا ہر ایک ارمان سبھی کی قسمت جگا جگا کر

نبی کے در پہ وہ آ رہے ہیں نبی کا کلمہ بھی پڑھ رہے ہیں
مگر منافق دلوں میں رکھتے ہیں کفر اپنا چھپا چھپا کر

خدا نے اپنے نبی کا رتبہ کیا ازل سے بلند و بالا
گھٹانے والے ہی گھٹ گئے ہیں نبی کی عظمت گھٹا گھٹا کر

زمانہ روٹھا ہے ان کی رحمت بھی ہم سے روٹھی ہوئی ہے لیکن
منا ہی لیں گے ہم رحمتوں کو ضرور آنسو بہا بہا کر

زمینِ طائف میں ہے پیمبر پیام حق پہ چلے ہیں پتھر
دعائیں سب کو ہی دے رہے ہیں وہ دست اقدس اٹھا اٹھا کر

ظہورِ قدسی ہوا جو منظر تو بلبلوں نے سلام بھیجا
درود پڑھ کے گلوں نے دیکھا ہے اپنا گھونگھٹ اٹھا اٹھا کر

•••●●●●•••

متاع زیست

ساری متاع زیست نبی پر نثار کے
میں کامیاب دونوں جہاں کو بھی ہار کے

نور نبی کو رب نے عرب میں اتار کے
پتھر میں جیسے پھول کھلائے بہار کے

محشر میں بخشے جائیں گنہ گار امتی
یہ حوصلے ہیں رحمتِ پروردگار کے

ان کی مثال کون خموشی تھی ہر طرف
میں آیا دوجہاں کی فضا میں پکار کے

جھونکے نسیم صبح کے خود بھی سنور گئے
آئے جو زلفِ پاکِ مدینہ سنوار کے

منظؔر جسے طلب ہے ہمیشہ بہشت کی
اک لمحہ وہ مدینہ میں دیکھے گذار کے

•••••••••••

مسلک کا شجر

مصرعٔ طرح: "جہاں دیکھو جدھر دیکھو نبی کی حکمرانی ہے"

بہت ہی سوچ کر پھر یہ حقیقت ہم نے مانی ہے
اگر کعبہ ہے مرکز تو مدینہ راجدھانی ہے

ہوا کے دوش پر دیکھو نظام عمر فانی ہے
کہ دو سانسوں ہی پہ قائم یہ قصر زندگانی ہے

زمین و آسمان، شمس و قمر، عرش بریں پر بھی
جہاں دیکھو جدھر دیکھو نبیؐ کی حکمرانی ہے

رسول پاک کی یادوں میں جو لمحہ گذر جائے
ہماری بندگی کی وہ گھڑی سب سے سہانی ہے

درِ کعبہ، حرا، ہر رہگذر پہ شہرِ طیبہ تک
ابھی زندہ و تابندہ نبی کی ہر نشانی ہے

نہ مرجھائے گا مسلک کا شجر کہ آبیاری میں
امام احمد رضا کے دیدۂ پر نم کا پانی ہے

•••●●●●•••

تقدیر کائنات

مت پوچھ کیا ہے گنبد خضرا لئے ہوئے
سینے میں رنگ و سوز کی دنیا لئے ہوئے

ہجرت کی راہ میں ہے شہنشاہ دوجہاں
صدیق ہیں چراغ تمنا لئے ہوئے

اخلاق ہے کرم ہے تو رحمت ہے نور ہے
اک حسن صد ہزار ہے جلوہ لئے ہوئے

الجھے ہیں گرچہ رنگِ زمانہ میں ہم مگر
دل ہے خیال گنبد خضرا لئے ہوئے

پڑتے ہی نقش پائے نبی موم ہو گیا
پتھر ہے نرم جان تمنّا لئے ہوئے

کوئے شہ عرب کی درخشندگی نہ پوچھ
تاب مہ ونجوم ہے ذرہ لئے ہوئے

منظؔر مرے رسول سمندر ہیں نور کا
تقدیر کائنات ہے چھینٹا لئے ہوئے

•••●●●●•••

راز پنہاں

ہمارے ہاتھ میں جس دن سے ان کا داماں ہے
ہر ایک مرحلہ امتحان آساں ہے

جہانِ دل پہ ہے ان کے جمال کا پرتو
نظر میں ہیچ یہ تابِ مہِ درخشاں ہے

نگاہیں ان کی بہر حال دیکھ لیتی ہیں
جو کائنات کے سینے میں راز پنہاں ہے

جلا رہا ہوں بہر سو عقیدتوں کے چراغ
حضور لائیں گے تشریف میرا ایماں ہے

جلا کے رکھا ہوں شمع جمال کو دل میں
حسین کتنا اے منظرؔ مرا شبستاں ہے

•••●●●●•••

آزاد نظم

رب کا محبوب سر عرش بریں سے اترے
فرش گیتی پہ
وادیٔ کفر کو گلشن میں بدلنے کیلئے
پھول کھلانے کیلئے
ظلمت کفر ہے قدموں کے تلے
پرچم نور لئے ہاتھوں میں
راہوں میں صنم خانے میں
ویرانے میں
سرنگوں بت ہوئے
اور حق کی صدا گونج اٹھی
سارا ماحول لرز اٹھا ہے

آئے تھے عرش بریں چھوڑ کے
اس دھرتی پر
پھر سر عرش پہ جانے کی خبر لائے ہیں
نور ہی نور ہر اک سمت
فرشتوں کا ہجوم
خواب میں سرور عالم ہیں مگر دل بیدار
ام ہانی کے درو بام ہیں رشک جنت
اور در پاک پہ ہے روح امیں
لیکے براق
شب معراج ہے اور رب سے ملاقات کی بات
ایک معراج کا دولھا ہے
اور پشت براق
چل پڑے مسجد اقصی کی طرف
اپنے جھرمٹ میں فرشتے لیکر
انبیاء منتظر ہیں
ان کی امامت کیلئے
ہو گئے ختم رسل
آج رسولوں کے امام
پھر وہ محبوب خدا جانب افلاک چلے
کرۂ نار ہوا زیرِ قدم
کہکشاں زیر نظر

شمس و قمر زیر قدم
راہ میں کتنے مناظر آئے
مسکن روح امین سے آگے
جلوۂ حق کے سوا
کچھ بھی نہیں
عرش ہے زیر قدم
منزل قوسین ہے یہ
اور دیدار خدا
اپنی نگاہوں سے کیا
لوٹ کے آ گئے پھر اک پل میں
یہ ہے معراج نبی

•••••••••••

قطعات

طاق مژگاں پہ اک دیا رکھنا
شام سے صبح تک جلا رکھنا

اپنے لب پر رسول کے جیسا
دوسروں کے لئے دعا رکھنا

بعثت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے تصویر کائنات

قطعات

ہر طرف ظلمتوں کا ڈیرا تھا
بزم ابلیس نے سجائی تھی
بجھ چکی تھی وہ شمعِ ایمانی
ابن مریم نے جو جلائی تھی

آدمی نے صنم تراشے تھے
رب کے گھر میں بتوں کا ڈیرا تھا
پاک بستی میں ابنِ آدم کی
گویا شیطان کا بسیرا تھا

چند سکوں کی تابنا کی پر
عام دستور تھا زمانے میں
آبرو دخترانِ حوّا کی
بک رہی تھی نگار خانے میں

ہر نظر تھی گناہ کی صورت
تازہ کلیوں کو جو مسلتی تھی
قتل و غارت گری میں انساں کا
دن گذرتا تھا رات ڈھلتی تھی

نورِ توحید کا حسیں چہرہ
ظلمتوں میں اداس رہتا تھا
یعنی انساں نما درندوں میں
رات دن محو یاس رہتا۔ تھا

لوح دل پر گناہ کی صورت
رنگ سوسو طرح سے بھرتی تھی
ہر اک لمحہ دماغِ انسان میں
فکر ابلیس رقص کرتی تھی

چشم انجیل اشکباری میں
نقش تھا پائمال عیسٰی کا
شمع وحدت نہ ذوق طاعت کا
رنگ افق تھا رخِ کلیسا کا

ان گنت دھڑکنوں کے پردے میں
صرف اک معصیت کی آہٹ تھی
خوبصورت سی بزم ہستی میں
بے حیائی کی مسکراہٹ تھی

•••••••••••

قطعات

روحِ فطرت چمن میں ڈھلتی ہے
شاخ گل رات دن پگھلتی ہے
خوں بہاروں کا سوکھ جاتا ہے
تب کلی شاخ پر نکلتی ہے

•••••••••

اشک سے چشم تر نہ ہو جائے
منتشر یہ گھر نہ ہوجائے
یا الٰہی یہ بیقراری کی
کہیں ان کو خبر نہ ہوجائے

•••••••••

اس موج ہوا سے بھی مجھے اختلاف ہے
گستاخیاں کرے جو ترے پیرہن کے ساتھ
یاروں نے چند پھول دئے تم نے چند اشک
بس اتنا سا وفا کا صلہ ہے کفن کے ساتھ

•••••••••

نعتیہ شگوفے

باغ فطرت میں ایک دیدہ ور
اس طرح راز حق کا جویا ہے
جب کلی کوئی مسکراتی ہے
مدحت مصطفیٰ میں گویا ہے

...●●●●●...

سبز گنبد میں مرقدِ انور
قابلِ دید ہے مدینے میں

نوری پیکر کو جس طرح رکھ دے
کوئی پاکیزہ آبگینے میں

...●●●●●...

ہر نظر اضطراب بن جاتی
مصطفیٰ بے حجاب گر آتے
حسرت دید خواب بن جاتی
خود تجلی حجاب بن جاتی

...●●●●●...

مصطفیٰ تخت و تاج رکھتے ہیں
راج والوں پہ راج رکھتے ہیں
دست اقدس میں کچھ نہیں لیکن
دو جہاں کا خراج رکھتے ہیں

...●●●●●...

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

کی ایک نعتیہ غزل کے بعض اشعار پر تضمین

قلب محزوں تھا بہت، کھل کے ندا کر نہ سکا
لب بھی خاموش رہا۔ میں اسے وا کر نہ سکا
اتنی مہلت نہ ملی ، ہائے صدا کر نہ سکا
حال دل کھول کے دل آہ ادا کر نہ سکا
اتنا موقع ہی مجھے مری فضا نے نہ دیا

سوزِ دل کا میں بیاں ہائے سناؤں کیونکر
آتشِ عشق کی سوزش کو بتاؤں کیونکر
آگ سینے میں لگی اس کو دکھاؤں کیونکر
ہائے اس دل کی لگی کو میں بجھاؤں کیونکر
فرط غم نے مجھے آنسو بھی گرانے نہ دیا

اک تمنا یہی تعظیم میں ڈھلتی لیکن
مضطرب آرزو ہے کچھ تو بہلتی لیکن
مری تقدیر تو پھر خود پہ مچلتی لیکن
حسرت سجدہ یونہی کچھ تو نکلتی لیکن
سر بھی سرکار نے قدموں پہ جھکانے نہ دیا

مسکراہٹ کا صلہ دیدۂ پر نم ہی تھا
عیش نا زیبا کی تقدیر میں تو غم ہی تھا
ان بہاروں کیلئے آتشیں موسم ہی تھا
مرے اعمال کا بدلہ تو جہنم ہی تھا
میں تو جاتا مرے سرکار نے جانے نہ دیا

ہے گناہوں کے اندھیرے میں میرا قلب وجگر
جرم و عصیاں سے بھرا مرے عمل کا دفتر
میں گنہ گار مرا حال پریشاں ابتر
میرے اعمال سیاہ نے کیا جینا دوبھر
زہر کھاتا ترے ارشاد نے کھانے نہ دیا

بزم پر کیف میں کچھ اور رہو اے نوری
پھر اسی طرز پہ کچھ اور چلو اے نوری
ہاں اسی رنگ میں کچھ اور کہو اے نوری
اور چمکتی سی غزل کوئی پڑھو اے نوری
رنگ اپنا ابھی جمنے شعرا نے نہ دیا

•••••••••••
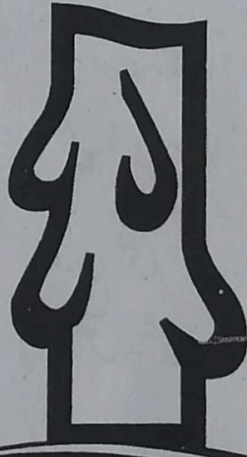
بزمِ منقبت
خراجِ عقیدت
کہیں ترک ادب نہ ہو جائے
خار آجائے نہ ببولوں کا
کرنا منظرؔ ذرا قرینے سے
ذکر نازک مزاج پھولوں کا

منقبت حسین

کربلا کی خاک پر ہے کب سے رخسار حسین

ہر چیز رنج و درد لئے محو دید ہے
کرب وبلا کی ریت پر خونِ شہید ہے

صبر و رضا میں دیکھو حسین شہید ہے
اب تیرا کیا خیال اے ظلم یزید ہے

رقصاں حسین کی ہے رگوں میں ابھی لہو
مذہب پہ حرف آئے کوئی یہ بعید ہے

ہر سمت رنگ گھول رہی ہے لہو کی بوند
کیا آج کربلا میں شہیدوں کی عید ہے

ابن علی ہیں زندۂ جاوید لا کلام
ناطق شہید حق پہ کلام مجید ہے

اسلام کو حسین نے بخشی حیات نو
قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے

ہزاروں میں تنہا مظفر حسین

اس مصرع کو میں نے امام علم وفن ہی سے سنا تھا اس مصرع کی بنیاد پر اس نظم کی عمارت کھڑی ہے اور اس فن کے ساتھ کہ اشعار صرف اسماء حروف پر مشتمل ہیں کہیں بھی افعال کا استعمال نہیں ہے۔

مظفر ،جمال وجاہت کا پیکر
وہ اخلاق کی خوشبوؤں سے معطر
زباں بس کہ شریں کلامی کی خوگر
ہزاروں میں تنہا مظفر حسین

مظفر،کمالات فن کا گلستاں
ہرایک پھول خنداں ہرایک پھول شاداں
زباں گل فشاں ،زندگی گل بداماں
ہزاروں میں تنہا مظفر حسین

مفسر،محدث فقیہ تمام
ریاضی وفیلاسفی وکلام
ہراک علم وفن کے وہ بے شک امام
ہزاروں میں تنہا مظفر حسین

گلستاں فن میں وہ شان گلاب
نظر میں تو جگنو مگر ماہتاب
نہیں ان کا ہمسر عدیل وجواب

ہزاروں میں تنہا مظفر حسین

جفر،علم توقیت اور ہندسہ میں
قلم کی بہاریں ،ہر اک مسئلہ میں
کبھی منہمک گردش مہر ومہ میں
ہزاروں میں تنہا مظفر حسین

علوم رضا کی حسیں ترجمانی
کٹھن مسئلہ سامنے پانی پانی
قدردانِ فن علم کی راجدھانی
ہزاروں میں تنہا مظفر حسین

وہ واقف طلسمات لوگارثم سے
بہت واسطہ ان کو جذر اصم سے
تعلق بہت علم کے پیچ وخم سے
ہزاروں میں تنہا مظفر حسین

فن وفکر کی یادگار آخری پر
زمانے کا اک اعتبار آخری پر
سلام عقیدت ،بہار آخری پر
ہزاروں میں تنہا مظفر حسین

•••●●●●•••

بدر والوں کی طرح

بک رہا ہے غم کا سودا یہ ہے بازار حسین
دیکھنا ہے کون ہوتا ہے خریدار حسین

سر کٹا ناحق کی خاطر بدر والوں کی طرح
کربلا سے یہ صدا دیتا ہے کردار حسین

اصغر واکبر نے اپنی جان دی اسلام پر
ایک عابد ہی بچا فرزند بیمار حسین

کتنی صدیوں سے تھی پیاسی کربلا کی سرزمیں
کر گیا سیراب اس کو جسمِ خونبار حسین

ڈوبتے سورج کی گرمی سے یہ پوچھا چاند نے
کربلا کی خاک پر ہے کب سے رخسار حسین

یاد شام کربلا منظؔر منالیں ایک دن
اس طرح ہم بانٹ لیں تھوڑا سا آزارِ حسین

حضرت مولانا معین الدین علیہ الرحمہ بانسباڑی
بانی دارالعلوم حنفیہ کھگڑا کشن گنج کے وصال پر ملال پر

سارا ماحول ہے سنسان معین ملت ÷ بام ودر آج ہے ویران معین ملت
تیرا مرنا بڑا نقصان معین ملت ÷ لوگ جیتے ہیں اور مرتے ہیں زمانے میں مگر
وقت ڈھونڈھے گا ہر اک آن معین ملت ÷ کبھی آنگن، کبھی مسجد کبھی دروازہ پر
نہ رہا چشمۂ فیضان معین ملت ÷ نہ رہی تابش انوار، محبت نہ رہی
اٹھتا ہے درد کا طوفان معین ملت ÷ آنکھ ساون کی طرح اور دل غمگیں میں سدا
دیکھنے میں تھا اک انسان معتن ملت ÷ علم وکردار وعمل میں وہ فرشتہ جیسا
بالیقیں عامل قرآن معین ملت ÷ باخدا سیرت واخلاق نبی کا پیکر
ہر گھڑی عطر بدامان معین ملت ÷ پھول، نذرانہ کو لاتی تھی بہار گلشن
دل ترا درد کا درمان معین ملت ÷ تھی تری ذات مصیبت میں مداوائے الم
باپ کا سایہ گلستان معین ملت ÷ ماں کی آغوش محبت میں تربت ہے

منظر آیا ہے یہ پھولوں کی سلامی لے کر
لواسے خلد کا مہمان معین ملت

شاہِ سخن

ہے بہار بے خزاں جانِ چمن احمد رضا
ایک ہستی انجمن در انجمن احمد رضا

آئینہ اک جلوہ گر تھا پتھروں کی بھیڑ میں
اور کانٹوں میں بھی تھا گل پیرہن احمد رضا

مجھ گدائے بے نوا پر ہے بریلی کا کرم
میری پونجی میری دولت میرا دھن احمد رضا

وہ مجدد، وہ ولی ہے وہ امام وقت ہے
ہے جہاں میں مرجع اہل سنن احمد رضا

آپ کا سکہ زمانے میں چلے گا بالیقیں
کچھ عطا منظر کو بھی شاہ سخن احمد رضا

•••●●●••••

مفتیٔ اعظم ہند

علم وعرفاں کا جاگتا سورج
زہد وتقویٰ کا نیر اعظم
ہاں اُسی ذات کو بریلی کی
لوگ کہتے تھے مفتی اعظم

ہر قدم راہ استقامت پر
ہر ادا آئینہ اصولوں کا
لب کشا ہوتو باغ طیبہ کے
ذکر نازک مزاج پھولوں کا

قدسیوں کا گمان ہوتا تھا
چہرۂ پاک کی سعادت پر
چاندنی رات بھی نچھاور تھی
روئے مہتاب کی صباحت پر

ہر اک لمحہ بدنِ اقدس پر
عالمانہ لباس رہتا تھا
انجمن ہوکہ کنج تنہائی
دین احمد کا پاس رہتا تھا

مصطفیٰ کی حیات اے منظر
سیرت مصطفیٰ کا آئینہ
شرط یہ ہے کہ دیکھنے والا
ان کو دیکھے یہ دیدۂ بینا

عرس رضا سنہ ۱۴۱۹ھ کے موقع طرح مصرعہ
کام دیوانہ بھی کرتا ہے کبھی ہشیار کا

بے خودی میں لے لیا بوسہ درِ سرکار کا
کام دیوانہ بھی کرتا ہے کبھی ہشیار کا

غوث اعظم ،خواجۂ اجمیر ،پھر احمد رضا
ایک لمبا سلسلہ رکھتا ہوں میں غمخوار کا

جو قلم اٹھا رضا کا دشمن دیں کے خلاف
کام اس سے لے لیا وہ خنجرِ خونخوار کا

اعلیٰحضرت کو سمٹ کر اتنا کہہ سکتا ہوں میں
ایک پیکر ہے وہ عشق احمد مختار کا

دردمندوں میں گھرا ہے مفتی اعظم کو دیکھ
اک مسیحا جس طرح ہو جائے صد بیمار کا

تربت انور پہ تیری پھول برسیں رات دن
اعلیٰحضرت اے محافظ دین کے گلزار کا

دیکھ شان مصطفیٰ احمد رضا کے فیض سے
بن گیا شہر بریلی آئینہ دیدار کا

یہ وہابی اور سنی مختصر سی بات ہے
فرق ہے دونوں میں منظرؔ نور کا اور نار کا

عرس نوری بانسباڑی مورخہ ۱۱؍نومبر سنہ ۲۰۰۰ء

ان کی رحمت کی مجھ پر نظر ہوگئی
زندگی خوب سے خوب تر ہوگئی

مفتی اعظم ہند کی زندگی
سنیت کیلئے معتبر ہوگئی

ان کا دیدار جی بھر کے کر نہ سکا
رات دیدار کی مختصر ہوگئی

سوچتے سوچتے ذات احمد رضا
دن ڈھلا شام آئی سحر ہوگئی

ذات احمد رضا پیکر دردِ عشق
نجدیوں کیلئے درد سر ہوگئی

اک بشر پہنچا منظؔر جو معراج میں
یہ زمیں جیسے افلاک پر ہوگئی

•••••••••••

ایک انسان کی صورت میں فرشتہ دیکھا
ہم نے جب مفتی اعظم کا سراپا دیکھا

دامن مفتی اعظم کے طلب گاروں کا
غوث اعظم کے درِ پاک سے رشتہ دیکھا

بادِ کم ظرف میں جلتی ہی رہی شمع رضا
جلنے والوں کا دیا دیکھا تو بجھتا دیکھا

اے ہوا شہرِ بریلی کی ذرا رک جانا
پیرہن میں ترے عطرِ گل طیبہ دیکھا

نہ ہوئی چہرۂ انور سے نظر آسودہ
دیکھ لینے پہ بھی ہر شخص کو پیاسا دیکھا

ہرادا صورت فتویٰ میں ڈھلی تھی منظرؔ
مصطفیٰ خاں کو نہیں پیکر فتویٰ دیکھا

•••••••••••

خوشرنگ گلستانِ رضا کا گلاب تھا
وہ ایک پھول سارے چمن کا جواب تھا

یہ کم نظری ہی تھی ہماری وگرنہ ہم
جگنو سمجھ رہے تھے جسے ماہتاب تھا

دیکھا تو ان کی موت پہ سوئی تھی انجمن
اک تذکرۂ بزم حسیں محو خواب دیکھا

جس نے چُنا تھا پھول میں احمد رضا کا پھول
وہ انتخاب اصل میں وہ انتخاب تھا

ہستی تمام سیرت محبوب کبریا
وہ مظہر جمال رسالت مآب تھا

تفسیر جام عشق تھی منظر کتاب زیست
ہر لمحۂ حیات شرح مئے ناب تھا

مرشد برحق شاہ ولی محمد قدیری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر
خانقاہ قدیریہ صندل خان بازار بریلی شریف

وہ ولی رب کے ولی روئے ولایت کا جمال
وہ قدیری قادری تابندہ خورشید کمال

شب اٹھائیس ماہ رمضاں وہ بھی ہنگام سحر
پی لیا آخر نگاہ یار سے جام وصال

اللہ اللہ عید کے دن وہ بھی پھر صبح جمعہ
دو مبارک عید میں انجام غسل انتقال

پھر ''چرغ بدُر'' ۱۴۱۰ھ قبر پاک میں روشن ہوا
آسمان پر تھا بجھا سا عید رمضان کا ہلال

•••••••••••

مصرعہ طرح :۔ عرس نوری بانسباڑی مورخہ ۱۱ر نومبر
نظر میں نور تو دل میں سرور ہوتا ہے

نزول رحمت باری ضرور ہوتا ہے
جہاں پہ تذکرۂ بزم نور ہوتا ہے

جو صدق دل سے غلام حضور ہوتا ہے
وہ قطرہ ہو تو سمندر ضرور ہوتا ہے

رسول پاک رسالت کا پھول ہے لیکن
یہ ایسا پھول جو کانٹوں سے دور ہوتا ہے

وہ سینہ کینہ بھرا احترام سے خالی
اسی زمین میں پیدا غرور ہوتا ہے

وہ مصطفٰی ہے جسے صرف دیکھ لینے سے
نظر میں نور تو دل میں سرور ہوتا ہے

جس آئینہ پہ کدورت کی گرد ہو منظرؔ
وہ پتھروں سے بہت جلد چور ہوتا ہے

•••••••••••

مصرعہ طرح: عرس قدیری منعقدہ ۲۶/اپریل ۲۰۰۰ء
تصور نے ولی کے کی ہماری رہنمائی ہے

ولی کے در پہ اپنی عمر کی پونجی لگائی ہے
کہیں تب دولت دیوانگی ہم نے کمائی ہے

وہ محتاج زمانہ ہی نہیں رہتا ہے کہ جس نے
ولی کے دست اقدس سے کرم کی بھیک پائی ہے

عجب رونق ہے چہرے مسکراتے ہیں مسرت سے
ولی کے عرس کی تاریخ لے کے عید آئی ہے

ہزاروں در تھے لیکن اک ولی کے در کو اپنایا
بجھا کر لاکھوں شمع ہم نے یہ شمع جلائی ہے

وہ بستی ہو کہ ویرانہ ہو ہر اک گام پہ منظرؔ
ولی کی رہنمائی ہے ولی کی رہنمائی ہے

•••●●●●●•••

مفتی اعظم ہند

مصطفیٰ ہیں خیالوں کی تصویر میں
زندگی مسکراتی ہے تنویر میں

درس اسلام خاموش تقریر میں
راہ حق کا نشاں ان کی تحریر میں

مصطفیٰ خان رضا کی گلی کی فضا
تم نہ پاؤگے وادیٔ کشمیر میں

تھا ڈبو یاہو امصطفیٰ کا قلم
دشمنوں کیلئے آبِ شمشیر میں

اے بریلی سلامت رہے تو کہ ہے
مرکز سنیت تیری جاگیر میں

طیبہ بغداد ،احمد رضا کی گلی
تینوں مربوط ہیں ایک زنجیر میں
علم وعرفاں کا سنگم ہے نوری میاں
ایسا منظر نہ دیکھا کسی پیر میں

•••••••••

منقبت تحسین ملت ۱۷ محرم ۱۴۲۹ ؁ھ
مصرعہ طرح:۔ تحسین رضا واقعی تحسین رضا ہے

ہر بزم میں ہر ایک زباں پر یہ صدا ہے
تحسین رضا واقعی تحسین رضا ہے

دل ڈھونڈ رہا ہے مگر وہ مل نہیں سکتا
وہ جنت الفردوس کے گلشن میں چھپا ہے

مرنا ہے سبھی کو مگر یہ ان کی شہادت
تحسین رضا کیلئے تو رب کی عطا ہے

سادہ سا مگر نور سے معمور وہ پیکر
وہ سادگی کہ جس پہ فدا رنگ حنا ہے

سرتا بقدم بندگی حق سے مزین
ہر ایک ادا، سنت محبوب خدا ہے

یارب انھیں جنت کی بہاروں میں جگہ دے
دست دعا منظرؔ کا عقیدت میں اٹھا ہے

•••●●●●●•••

منقبت حسین شہید کربلا

ستم سہے ہیں جگر گوشۂ رسول بہت
یزیدیوں سے ہوئی کربلا میں بھول بہت

ہزار ظلم وستم کر کے ابن حیدر پر
دل یزید رہا عمر بھر ملول بہت

حسین جاتے ہو روضہ کو چھوڑ کر جاؤ
کرے گا یاد تمہیں روضۂ رسول بہت

مزار پاک سے جاری ہے فیض کا چشمہ
برس رہے ہیں وہاں رحمتوں کے پھول بہت

حسین پھول ہیں باغ رسول کے منظرؔ
ہے کون انکی طرح جگ میں ہیں تو پھول بہت

•••••••••••

کلک رضا

خنجر برق بار تو کلک رضا کی شان ہے
زخمی ہے جس سے نجدیت کفر بھی نیم جان ہے

کوہ ہمالہ علم کا وادی فکروفن ہے وہ
جسم پہ گر نظر کریں لگتا ہے دھان پان ہے

عشق رسول پاک میں احمد رضا کی زندگی
دیکھو تو مشکبار ہے سمجھو تو عطر دان ہے

چاہے وہ بزم ہند ہو یا کہ عرب کی انجمن
کلک رضا ہے برق بار اس میں وہ یک زبان ہے

•••●●●●●•••

شاہ عبدالقدیر رحمہ اللہ علیہ

مجھے تو کچھ بھی نہیں چاہئے زمانے سے
شہ قدیر کے آیا ہوں آستانے سے

حضور آپکی فرقت کی آگ ہے دل میں
یہ آگ اور بھڑک جاتی ہے بجھانے سے

شہ قدیر کے اخلاق پھر ہوں کیوں نہ بلند
ہے ان کا سلسلہ عالی نسب گھرانے سے

مصنف

مفتی حسن منظر
قدیری علیہ الرحمہ

شیخ الحدیث

الجامعتہ الرضویہ
کلیان ممبئی

پیشکش

محمد فیضان رضا
رضوی

متعلم الجامعتہ
الرضویہ کلیان

کیا پتہ میں خواب ہوں یا خواب کی تعبیر ہوں
زندگی کی شرح ہوں یا موت کی تفسیر ہوں

میرے چہرے سے عیاں منظر زمانے کے نقوش
روز و شب کا عکس ہوں میں وقت کی تصویر ہوں

چڑھتے سورج

زندگی تلخ سے تلخ تر ہوگئی
خاک تھی اڑ کے گرد سفر ہوگئی

چڑھتے سورج میں سایہ سمٹنے لگا
زندگی طول تھی مختصر ہوگئی

جستجو کے نئے باب کھلنے لگے
منزل کارواں رہ گزر ہوگئی

میکدہ میں گزاری ہوئی زندگی
روز محشر بڑی معتبر ہوگی

ادا پیار کی سوچتے سوچتے
دن ڈھلا رات آئی سحر ہوگئی

•••••••••

تسکین وصال

اک ستم گر نے مرے دل کی مسرت چھین لی
پیار کے سپنے دکھائے اور حقیقت چھین لی

مسکرانا تم، نے سکھلا کر ستم یہ کیا کیا
اک ہنسی دیکر مرے آنسوں کی دولت چھین لی

اک تبسم کے عوض تھا زندگی بھر کا عذاب
تم نے یہ اچھا کیا اپنی محبت چھین لی

کن سہاروں پر کٹے گی تلخ لمحوں کی یہ رات
ہائے کانٹوں نے خلش کی بھی عنایت چھین لی

ننھی ننھی پنکھڑی کا دل دھڑ کتا رہ گیا
اور نسیم صبح نے پھولوں کی نکہت چھین لی

ہجر کے بے تاب لمحوں میں یہ تسکین وصال
اک قیامت دے گئی اور اک قیامت چھین لی

•••●●●●●•••

خرد کا طالب

ان کے چہرے پہ ہے زلفوں کی شکن آوارہ
اس لئے پھرتی ہے سورج کی کرن آوارہ

آنکھ آوارہ ،لب وکام ودہن آوارہ
میں صبا کی طرح پھرتا ہوں چمن آوارہ

چاندنی رات ہے اور جاگ رہی ہیں کلیاں
اس لئے جھولا جھلاتی ہے پون آوارہ

ان کی ہونٹوں پہ تبسم کی چمک کیا کہنا
صبح کی گود میں جیسے ہو کرن آوارہ

اپنے کاندھوں پہ اٹھائے ہوئے بارِ ہستی
پھرتا ہے روز ازل سے یہ وطن آوارہ

حسن ہر حال میں مجھ سے ہے خرد کا طالب
عشق کہتا ہے اے منظؔر کہ تو بن آوارہ

•••●●●●●•••

آئینہ

خوبصورت حسین آئینہ　　مسکراتا ہے عکس یادوں کا
تم ہو اک نازنیں آئینہ　　ہے تصور، حسین آئینہ

آپ اپنے پہ ناز کرتے ہیں　　بند کمرے میں دیکھ کے ہنس دی
دیکھ کر مہ جبین آئینہ　　ایک پردہ نشین آئینہ

•••●●●●•••

چہروں کے نقوش

اپنے نازک دل کو جب ہم حوصلہ دینے لگے
آئینہ کے شہر کو پتھر صدا دینے لگے

جرم پھر اس پہ کچھ ایسی بے گناہی کی ادا
شہر والے اپنے قاتل کو دعا دینے لگے

اس ادائے ناز پر جھک کر بلندی رہ گئی
جب سر مژگاں کو وہ بار حیا دینے لگے

آئینہ کے سامنے آئے جو چہروں کے نقوش
لوحِ دل کی ہر سیاہی کا پتہ دینے لگے

•••●●●●•••

چراغِ مزار

مری طلب کا کبھی انتظار کر کے نہ دے
شراب دے تو اے ساقی شمار کر کے نہ دے

تجھے قسم ہے مرے غم کی اے نسیم سحر
گلوں کو اذن خوشی اشکبار کر کے نہ دے

ترے کرم کی منافی گناہ کی پرسش
بہار خلد مجھے شرمسار کر کے نہ دے

یہ زندگی تو امانت ہے کھو بھی سکتی ہے
مجھے یہ چیز مرا اعتبار کر کے نہ دے

برنگ یاس میں جلتا ہوں رات بھر منظؔر
خدا حیات چراغ مزار کر کے نہ دے

•••••••••••

منزل حیات

ہم شوخ نگاہوں کے اشاروں میں کھو گئے
محسوس یہ ہوا کہ ستاروں میں کھو گئے

دیوانہ آج کنجِ قفس میں مچل گیا
جوں ہی سنا کہ لوگ بہاروں میں کھو گئے

ہم منزل حیات کو نکلے تھے ڈھونڈنے
منزل نہ پاسکے تو غباروں میں کھو گئے

تہذیب کے لباس

دل میں تمام جلوۂ ارماں دکھائی دے
شیشے میں ایک شہر نگاراں دکھائی دے

اللہ رے یہ غم یہ زمانے کا اضطراب
پتھر کا بھی دماغ پریشاں دکھائی دے

تہذیب کے لباس میں سمٹا ہوا بدن
احساس کی نگاہ میں عریاں دکھائی دے

پلکوں پہ یہ لرزتی ہوئی آنسوؤں کی بوند
طاق حرم میں شمع فروزاں دکھائی دے

ہر ایک آدمی ہے غم ورنج کا اسیر
یہ دور حادثات کا زنداں دکھائی دے

سمجھو کہ جل رہا ہے لہو بے گناہ کا
تم کو جہاں جہاں بھی چراغاں دکھائی دے

منظرؔ اسی کا نام ہے تکمیل زندگی
خود اپنی ذات خواب پریشاں دکھائی دے

حسن کالباس

ہم بادلوں کی طرح ان کے آس پاس رہے
تمام عمر نگاہوں میں لئے پیاس رہے

کھلے جو پھول تو آیا خیال پت جھڑ کا
خوشی کے ساتھ رہے گرچہ ہم اداس رہے

دیا تھا ہم نے اسی واسطے جگر کا لہو
کلی کلی پہ سدا حسن کا لباس رہے

سمجھ میں آئی نہ پھر بھی ادا حسینوں کی
یہ اور بات ہے کہ ہم ادا شناس رہے

اُداسیوں کا گلہ عمر بھر رہا منظرؔ
اگر وصال ہوا تو بھی محو یاس رہے

•••••••••••

ناتمام خلش

نہ بزم کا ہکشاں سے نہ چاندنی سے ہے
یہ کائنات حسین صرف آدمی سے ہے

فریب دے گیا راہوں کا پیچ وخم ورنہ
ہر ایک شخص کا رشتہ تری گلی سے ہے

جو ناتمام خلش دے گیا ہے تیرنگہ
غم حیات مکمل اسی کمی سے ہے

میں اپنی بزم تصور میں اجنبی سا ہوں
کہ میرا رشتۂ دل ایک اجنبی سے ہے

چکا رہا ہوں اسی کو میں آجکل منظرؔ
جو قرض میں نے لیا اپنی زندگی سے ہے

•••●●●●●•••

موج خیال

تا ج اک مرمریں پیکر ناز ہے
اس حقیقت کا لیکن وہ غمّاز ہے

روح الفت جو برسوں سے بے تاب تھی
پتھروں کے حسیں جسم میں ڈھل گئی

تھی فسردہ سے جذبات میں زندگی
سرد لمحوں کی آغوش میں تھی مگر

گرمیٔ جسم الفت کی تاثیر سے
شبنمی رات کی چاندنی جل گئی

ضبط کے سارے بندھن کو توڑے ہوئے
نیم عریاں بدن پیار میں کھو گئے

یہ ملاقات دوتشنہ لب جسم کی
اگلے وقتوں کی تہذیب کو کھل گئی

کھل رہے تھے حسیں رات کی چھاؤں میں
بہتے لمحات کے تازہ تازہ کنول

آئی چپکے سے منظر جو موج صبا
عطر دامان احساس میں مل گئی

•••••••••••

موج خیال

تاج اک مرمریں پیکر ناز ہے
اس حقیقت کا لیکن وہ غمّاز ہے

روح الفت جو برسوں سے بے تاب تھی
پتھروں کے حسیں جسم میں ڈھل گئی

تھی فسردہ سے جذبات میں زندگی
سرد لمحوں کی آغوش میں تھی مگر

گرمیٔ جسم الفت کی تاثیر سے
شبنمی رات کی چاندنی جل گئی

ضبط کے سارے بندھن کو توڑے ہوئے
نیم عریاں بدن پیار میں کھو گئے

یہ ملاقات دو تشنہ لب جسم کی
اگلے وقتوں کی تہذیب کو کھل گئی

کھل رہے تھے حسیں رات کی چھاؤں میں
بہتے لمحات کے تازہ تازہ کنول

آئی چپکے سے منظر جو موج صبا
عطر دامان احساس میں مل گئی

•••●●●•••

عارض گل

عشق بھی ہے بجھا بجھا حسن بھی محوِ یاس ہے
شام الم ہے مضطرب صبح طرب اداس ہے

عارض گل ہے شبنمی چہرہ ہے آنسوؤں سے نم
آنسو نہ پوچھئے ابھی مری نظر میں پیاس ہے

شرم سے رنگ سرخ ہے لب پہ یہ مسکراہٹیں
سرخ وسفید پھول کا کیسا حسیں لباس ہے

تم ہو حسین اجنبی میں ہوں فریبِ دوستی
پھر بھی ہے تم کو آرزو مجھ کو تمہاری آس ہے

مصحف رخ کی تازگی گلشن حُسن کی بہار
مری حیات کے حسیں لمحہ کا اقتباس ہے

•••••••••••

محبت کی صدا

سنگ جاناں کے سوا سر نہ جھکا اور کہیں
مطمئن ذوق عبادت نہ ہوا اور کہیں

ان سے امید کرم اے دلِ نادان نہ رکھ
ڈھونڈ لے اپنی وفاؤں کا صلہ اور کہیں

یہ محبت ، یہ پرستش یہ وفا یہ اخلاص
تم نہ پاؤ گے مرے دل کے سوا اور کہیں

شہر والے یہ محبت سے ہیں محروم اکثر
دیجئے جا کے محبت کی صدا اور کہیں

اپنی ہستی کے سوا ڈھونڈ کے دیکھا منظرؔ
دل کو پھر گوشۂ تسکیں نہ ملا اور کہیں

•••••••••••

ساون کے پھول

زخم دل آنکھوں سے رستے ہیں مری بن بن کے پھول
سلسلے چنگاریوں کے ہیں لئے دامن کے پھول

اللہ اللہ دل کے ویرانے میں کھل اٹھے ہیں آج
چند حسرت کے شگوفے اور چند الجھن کے پھول

بھیگی زلفوں سے ٹپک پڑتی ہے جب پانی کی بوند
مسکراتے ہیں نشیلی رات میں ساون کے پھول

اشک حسرت ،داغ دل دونوں لئے آیا ہوں میں
کچھ مرے دامن کے ہیں اور کچھ مرے آنگن کے پھول

کتنے کانٹوں سے اے منظر جب گذر جاتے ہم
تب کھلا کرتے ہیں کاغذ پر یہ فکروفن کے پھول

•••••••••••

تبسم کا معجزہ

نازک تھا نرم تھا عجب پیکر میں ڈھل گیا
وہ شخص موم تھا مگر پتھر میں ڈھل گیا

خرشید زرنگار کی کرنوں کا تھا کمال
قطرہ جبین گل پہ جو گوہر میں ڈھل گیا

موسم کا قہر تھا کہ گھٹاؤں کی بد دعا
گاؤں نشیب میں تھا سمندر میں ڈھل گیا

لمحوں کی شکل گھٹتا رہا رات بھر وجود
یعنی یہ دن حیات کا شب بھر میں ڈھل گیا

انسان کی یہ رفعت پرواز دیکھنا
پہنچا عروج پہ تو پیمبر میں ڈھل گیا

گلشن میں تھا یہ کس کے تبسم کا معجزہ
کانٹا بھی مسکرا کے گل تر میں ڈھل گیا

منظؔر سمجھ سکا نہ غم یار کا مزاج
مرہم میں ڈھل گیا کبھی نشتر میں ڈھل گیا

•••●●●●●•••

الفت کی زباں

حسن اب شرمندۂ احساس ہے میں کیا کروں
مری بربادی پہ محو یاس ہے میں کیا کروں

اشک ٹپکا آبلے پھوٹے بہا دل کا لہو
پھر بھی الفت کی زباں میں پیاس ہے میں کیا کروں

چہرۂ غم پر اداسی دیکھ کب سکتا ہوں میں
دل بڑا نازک بہت حساس ہے میں کیا کروں

پھول ہے کوئی نہ شمع ہی فروزاں ہے جہاں
زندگانی وہ مزار یاس ہے میں کیا کروں

دل ہے آوارہ ،نظر صحرا پہ صحرا مضطرب
زندگی منظر مری بن باس ہے میں کیا کروں

•••●●●●•••

زلفوں کے فسانے

یادوں سے میرا سینہ معمور ودرخشاں ہے
دامان محبت میں اک شہر نگاراں ہے

الجھن ہے اداسی ہے وحشت ہے بیاباں ہے
دنیائے محبت میں کیا رنگ بہاراں ہے

ہم اہل جنوں جسکو کہتے ہیں شبِ فرقت
زلفوں کے فسانے کا چھوٹا سا اک عنواں ہے

سمجھا ہی نہیں تو نے اے دوست ہر اک آنسو
آنکھوں کے سمندر میں سمٹا ہوا طوفاں ہے

•••••••••••

خمار سجدہ

میں ظلمتوں سے جو وادیٔ نور تک پہنچا
ہزار صدمے اٹھا کر سرور تک پہنچا

خمار سجدہ کی حالت نہ پوچھ کہ ابلیس
عبادتوں کے سہارے غرور تک پہنچا

میں عمر رفتہ کو نکلا تھا ڈھونڈ نے کیلیئے
مجھے یہ یاد نہیں کتنی دور تک پہنچا

تیرے خیال سے میرا وجود نکھرا ہے
سنور گیا میں جو تیرے حضور تک پہنچا

وہ ایک شخص کہ سورج ہے جس کے زیرِ قدم
وہ ایک آدمی جو شمع طور تک پہنچا

•••●●●●●•••

نگاہِ موت

ٹوٹا ہے جب سے دل تو وہ جلوہ گری کہاں
دیکھا تھا جس میں آپکو، وہ آرسی کہاں

ظاہر تو خدوخال سے ہے آدمی کا روپ
لیکن لباس آدمی میں آدمی کہاں

دیکھے ہزار پیرہنِ مہوشاں مگر
تیرے حسیں بدن کی طرح سادگی کہاں

اچھا ہوا میں مل گیا راہ حیات میں
ورنہ نگاہ موت مجھے ڈھونڈتی کہاں

آخر مئے الست کا نشہ نہ جاسکا
لائی کشاں کشاں یہ مری زندگی کہاں

منظؔر کسی کی یاد گراتی ہے بجلیاں
بولے ہے جب پپیہا کوئی ہائے پی کہاں

•••●●●●●•••

چوڑی کی کھنک

مجھ کو ہر چیز سے ہے دوستی تنہا تنہا
رہ گئی جب سے مری زندگی تنہا تنہا

روز محشر سے نہیں کم ہے ہجوم دنیا
پھر بھی آتے ہیں نظر آدمی تنہا تنہا

نہ تو چوڑی کی کھنک تھی نہ صدا گھنگروں کی
اک حسیں رات کٹی آج بھی تنہا تنہا

بیچ کر دل کو خریدے نہ خوشی کا ساتھی
اس سے بہتر ہے رہے آدمی تنہا تنہا

تنہا رہنے کا تو حق آپ کو حاصل ہے مگر
بوئے گیسو نہ رہے گی کبھی تنہا تنہا

ان کی محفل میں کبھی یوں بھی رہا ہوں منظؔر
جس طرح شہر میں اک اجنبی تنہا تنہا

•••••••••••

○

لہر آواز کی ہے تارِ جاں تک
ترنم ہے زمیں سے آسماں تک

ہو شورِ برق یا گردِ حوادث
یہ سب ہے ایک شہر امتحاں تک

محبت اک معمہ ہے اے منظرؔ
جو رہتی ہے اشاروں کی زباں تک

○

نہ حوادث کی ہے آہٹ نہ غموں کی دستک
آج کل پیار کی بستی مری سنساں ہے بہت

ایک مدت سے مری تجھ سے شناسائی ہے
پھر بھی منظرؔ تو مرے واسطے انجاں ہے بہت

•••••••••••

سرد رات

اک پل سے بھی ہے مختصر خواب حیات کیا کریں
بن کے مہک اڑی اڑی جاتی ہے رات کیا کریں

باب حرم پہ سر ہے خم سجدہ ادا ہوا مگر
آئے جو یاد قصہٗ لات ومنات کیا کریں

رکھی ہے شرط وصل کی تم نے تو بعد موت ہی
خود ہی بتاؤ پی کے ہم آبِ حیات کیا کریں

وقت کی کشمکش ہمیں لائی ہے ایسے موڑ پر
مشکل ہے موت ہی جہاں جینے کی بات کیا کریں

ساتھی رہِ حیات میں جتنے ملے بچھڑ گئے
لیکن غم فراق کا سایہ ہے ساتھ کیا کریں

دیکھو تو ہر گناہ میں ماخوذ ہو کے دھڑکنیں
دل کے قفس میں قید ہیں فکرِ نجات کیا کریں

منظرؔ کسی کے خواب کی گرمی تھی سرد رات میں
آئے جو یاد بار بار ہم کو وہ رات کیا کریں

بہاروں کے بدن

میں تو کہتا ہوں کہ ہر وقت یہ ہر پل برسے
غم کا بادل مرے آنگن میں مسلسل برسے

جان پڑ جائے بہاروں کے بدن میں شاید
اب کے ساون میں اگر خون کا بادل برسے

آج کی رات، حسیں رات ہے سونی نہ رہے
یا تو پازیب کی جھنکار یا پائل برسے

اشک بہنا وہ شب ہجر میں قطرہ قطرہ
شبنمی رات میں جوں پھول کا آنچل برسے

ان کا ملنا تو گھٹاؤں سے بھی دیکھا نہ گیا
نین پیاسے تھے بہت ہو کے جو بیکل برسے

پی رہا ہوں نہ چھلک جائے یہ جام ہستی
کہدو منظر یہ گھٹا آج نہیں کل برسے

•••••••••••

پیار کا انجام

وہ جاگے وقت سحر آفتاب سے پہلے
اک آفتاب اٹھا آفتاب سے پہلے

پھر اس کے بعد ہوں ہجر و وصال کی باتیں
میں ایک بات تو پوچھوں جناب سے پہلے

بتائیں مجھ کو نہ احباب پیار کا انجام
کہ میں نے دیکھی ہے تعبیر خواب سے پہلے

ہر ایک لمحہ مجھے آپکی ضرورت ہے
سکوں کے بعد ہو یا اضطراب سے پہلے

مہ و نجوم کی راہوں سے میں بھی گذرا ہوں
مگر یہ تیرے حسیں انتخاب سے پہلے

بہت دنوں پہ میں ان سے ملا ہوں اے منظؔر
کلی کو دیکھا تھا میں نے گلاب سے پہلے

••••••••••

قلم کتنے

جبینِ شوق کی خاطر بنے دیر وحرم کتنے
بعنوانِ عبادت سر ہوئے انساں کے خم کتنے

تجھے معلوم کیا سلجھی ہوئی تقدیر آدم میں
کئے پیدا تری زلفوں نے آکر پیچ وخم سے

سمجھ کر لالہ وگل راہ ہستی کے یہ دیوانے
ازل کے ریگ زاروں سے اٹھالائے ہیں غم کتنے

کوئی شہ کار تیرے حسن کا بن جائے کاغذ پر
اسی دھن میں مرے ہاتھوں نے بدلے ہیں قلم کتنے

ادھورا رہ گیا پھر بھی صحیفہ حُسن جاناں کا
سجائے گرچہ اس کے واسطے اوصاف ہم کتنے

اندھیری بستیوں میں ہی نہیں کچھ غم کے افسانے
اجالوں کی فضا میں بھی ملیں گے اہلِ غم کتنے

سرورِ درد تب حاصل ہوا ہے مجھ کو اے منظرؔ
بجالائے ہیں پہلے میں نے آداب الم کتنے

•••••••••••

متاع غم

یقیں ہے یہ نظام گردش عالم ٹھہر جائے
اگر چہرے پہ تیرے گیسوئے برہم ٹھہر جائے

زیادہ سے زیادہ اور کیا خواہش یہی تو ہے
نگاہ دل ترے عارض پہ کم سے کم ٹھہر جائے

خلش کانٹوں کی دامن میں گلوں کی چاکدامانی
جسے گلشن میں لینا ہو متاع غم ٹھہر جائے

نمود حسن کے آگے میں خود کو بھول جاتا ہوں
یہ ناممکن کہ نکلے دھوپ اور شبنم ٹھہر جائے

میں جھرمٹ میں حسینوں کے ذرا کچھ دیر ٹھہرا ہوں
ستاروں کے شبستاں میں کوئی آدم ٹھہر جائے

سدا حسن بہاراں کوئے جاناں میں رہے منظؔر
بہار لالہ وگل کا حسیں موسم ٹھہر جائے

•••●●●●●•••

آداب میکدہ

اب تو اے دوست ایسا فریب وفا نہ دے
بیمار غم کو اپنے خوشی کی دعا نہ دے

چھوٹی سی واردات نگاہوں کی راہ میں
شہر حیات میں کہیں طوفاں اٹھا نہ دے

بہرے ہیں لوگ کون سنے دل کی داستاں
نادان دل یہاں تو کسی کو صدا نہ دے

بن کر وہ دوست مجھ کو دغا دے گیا تو کیا
وہ دوست ہی نہیں جو کسی کو دغا نہ دے

سمٹا ہوا لباس یہ باریک پیرہن
یہ خوش خرام فتنۂ محشر اٹھا نہ دے

منظرؔ بجا نہ لائے گا آداب میکدہ
کم ظرف مے پرست کو جام وفا نہ دے

•••••••••••

گمشدہ خوشی

بے پردہ حسن یار بھی پردہ نشیں لگے
اپنا بھی ہو کے مجھ کو وہ اپنا نہیں لگے

اک گمشدہ خوشی ہوں مجھے ڈھونڈ لے اے دوست
میرا پتہ جو شہر خوشی میں کہیں لگے

ہر ہر قدم پہ چاند ستارے دکھائی دیں
مجھ کو تو آسماں کی طرح یہ زمیں لگے

جی چاہتا ہے پیار کے پردے میں چوم لوں
پتھر کی مورتی کی طرح ہر حسیں لگے

•••●●●●●•••

پاگل کئی دن سے

محسوس کر رہا ہوں مسلسل کئی دن سے
ہر گوشۂ حیات میں ہلچل کئی دن سے

دیکھو تو کہیں یہ غمِ ماضی تو نہیں ہے
سایہ سا گزرتا ہے ہر اک پل کئی دن سے

کھلتا بھی نہیں اور برستا بھی نہیں ہے
آکاش کے آنگن میں ہے بادل کئی دن سے

کیا بات ہوئی سامنے کوٹھے سے نہ اُبھرا
نغمہ نہ کوئی گیت نہ پائل کئی دن سے

وہ گیت ادھورا جسے گایا تھا کبھی میں
وہ گیت کر رہا ہوں مکمل کئی دن سے

جو روز گزرتا تھا اسی راہ سے منظرؔ
دیکھا نہ گیا آج وہ پاگل کئی دن سے

•••••••••••

آنچل کے تلے ان کی کیوں آنکھ ہے نم اب تک
کیا ترک محبت کا ان کو ہے الم اب تک

انساں نے بنایا ہے اک تاج محل جب سے
اس دن سے ہے پتھر کو احساس کرم اب تک

میں وہ گل قدرت ہوں کہ خواب مرا اکثر
دیکھا کیا کرتا ہے گلزارِ ارم اب تک

خوشیوں کی طلب میں جو نکلا تھا کبھی منظرؔ
ہے انکے تعاقب میں اک سایۂ غم اب تک

قطعات

دائمی اضطراب ہے یارب
گرمئی آفتاب ہے یارب

آتش عشق جس کو کہتے ہیں
خوبصورت عذاب ہے یارب

آنچل کے تلے ان کی کیوں آنکھ ہے نم اب تک
کیا ترک محبت کا ان کو ہے الم اب تک

انساں نے بنایا ہے اک تاج محل جب سے
اس دن سے ہے پتھر کو احساس کرم اب تک

میں وہ گل قدرت ہوں کہ خواب مرا اکثر
دیکھا کیا کرتا ہے گلزارِ ارم اب تک

خوشیوں کی طلب میں جو نکلا تھا کبھی منظرؔ
ہے انکے تعاقب میں اک سایۂ غم اب تک

قطعات

دائمی اضطراب ہے یارب
گرمئ آفتاب ہے یارب

آتش عشق جس کو کہتے ہیں
خوبصورت عذاب ہے یارب

قطعات

دست میخوار میں ساغر کی کھنک ہو جیسے
وقت کے ساز پہ بلبل کی چہک ہو جیسے
اس طرح ہوتی ہے سینے میں غموں کی آہٹ
چاندنی رات میں غنچوں کی چٹک ہو جیسے

رات جب اپنی خموشی کا پتہ دیتی ہے
جب خموشی مجھے بے کیف بنا دیتی ہے
ایسے منظر میں ہراک چاپ تری یادوں کی
موسیقی گیت کی جھالر میں سجا دیتی ہے

حسن فطرت کے ماہ پاروں سے
رنگ ونکہت کے لالہ زاروں سے
روح خوشبو میں ڈوبی جاتی ہے
کس نے آواز دی بہاروں سے

راہ رو جستجو کے صحرا میں
تازگئی وسرور پاتا ہے
آبلہ جب بھی پھوٹتا ہے کوئی
دل مسرت سے بھیگ جاتا ہے

عارض حسن نہ ہو افسردہ
ٹوٹ جائے نہ دل اصولوں کا
کرنا منظر ذرا قرینے سے
ذکر نازک مزاج پھولوں کا

درحقیقت دبیز تاریکی
روشنی کی کلید ہوتی ہے
جس کو جامِ نشاط کہتے ہیں
رنج وغم کی کشید ہوتی ہے

....

دل پریشاں اداس ہے چہرہ
شوخ مژگاں جھکی جھکی سی ہے
ترک الفت کے بعد اے منظر
اک جوانی بجھی بجھی سی ہے

....

قطعات

روح گل خوشگوار ہوتی ہے
تازگی بے شمار ہوتی ہے
جب گھٹا آنکھ سے برستی ہے
تب چمن میں بہار ہوتی ہے

بزمِ کہکشاں
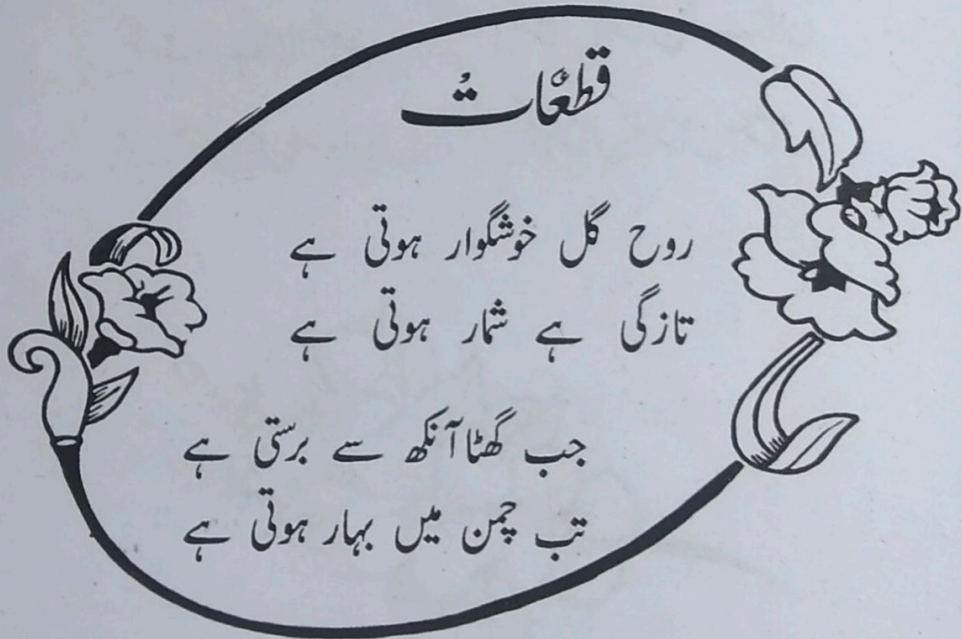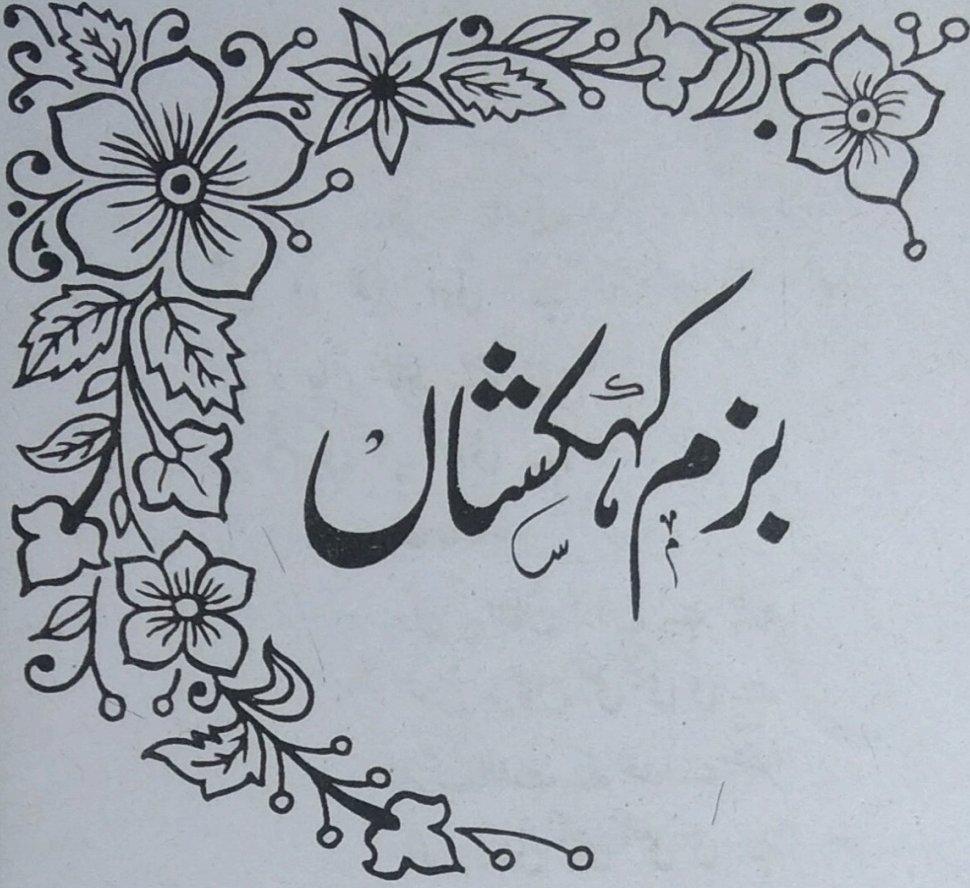
لگتا ہے حسن اشعار گلستاں گلستاں گلستاں

نورافشاں ہیں اشعار یوں کہکشاں کہکشاں کہکشاں

تضمین برکلام اقبال شیخ مجیب اور بنگلہ دیش

توڑ دالیں فطرت انساں نے زنجیریں تمام
دوریِٔ جنت سے روتی چشم آدم کب تلک

آفتابِ تازہ پیدا بطن گیتی سے ہوا
آسماں ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک
(اقبال)

آہنی طاقت کا نشہ قتل وغارت کا نظام
رات دن جوروستم یہ قید وبند صبح وشام
رہتے آزادی کے دیوانے بھلا کب تک غلام

توڑ ڈالیں فطرت انساں نے زنجیریں تمام
دورئی جنت سے روتی چشم آدم کب تلک

خون انساں مسکرایا اشک خندہ زن ہوا
ہوگئی بیدار ٹوٹے آبگینوں کی ضیا
ذرہ ذرہ محو آدابِ تجلی ہو گیا
آفتاب تازہ پیدا بطن گیتی سے ہوا
آسماں ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک

•••●●●●●•••

○

۱۹۷۱ء مشرق پاکستان میں خون ریز معرکہ آرائی کے بعد بنگلہ دیش کا وجود ایک نئی صبح کی شکل نمودار ہوا خوانین حالات سے متاثر ہو کر حجاز لکھنوئی کے مشہور مصرع کی بنیاد پر یہ نظم لکھی گئی۔۔۔

"اے غم دل کیا کروں اے وحشت دل کیا کروں"

قوم مسلم کے شکستہ بال و پر حال زبوں
دیکھ کر احساس کی آنکھوں میں آجاتا ہے خوں
عظمت رفتہ کا نوحہ خواں ہے چرخ نیلگوں
"اے غم دل کیا کروں اے وحشت دل کیا کروں"

چشم آوارہ ہر پل روح مجروح خیال
دل بہر لحہ قتیل تیغ ابروئے جمال
ہر رگ فطرت میں پنہاں گلرخوں کا ہے جنوں
"اے غم دل کیا کروں اے وحشت دل کیا کروں"

تو نمازی بھی نہیں شان حجازی بھی نہیں
زیب منبر بھی نہیں میداں کا غازی بھی نہیں
اب تیرے کردار میں عظمت نہ تسکین دروں
''اے غم دل کیا کروں اے وحشت دل کیا کروں''

ہر جگہ بیٹھا ہے آذر گمرہی مستی میں ہے
رب اکبر کی صدا فرعون کی بستی میں ہے
موجزن دیکھو نظر آتا ہے اک دریائے خوں
''اے غم دل کیا کروں اے وحشت دل کیا کروں''

اب حبابوں کی طرح دل کے نگینوں کی طرح
ٹوٹتے جاتے ہیں سپنے آبگینوں کی طرح
زخم خوردہ آج ہے برسوں کی عظمت کا فسوں
''اے غم دل کیا کروں اے وحشت دل کیا کروں''

•••••••••

تہذیب نو

کھنکتی چوڑیاں آنچل گلابی
حسیں غنچہ دہن آنکھیں غزالی

شرابی چال متوالی نگاہیں
ہے رخ پہ غازہ تو ہونٹوں پہ لالی

سیہ گیسو کی لٹ چہرے پہ رقصاں
ادائے عشوہ وغمزہ ہے بے پاک

کلائی میں گھڑی آنکھوں پہ عینک
بہت ہی نازنیں اور چست پوشاک

سر رہ چلتے چلتے اس حسیں سے
یہ پوچھا آج اک پیر کہن نے

بتانا یہ کہ کس دنیا کی ہو تم
عجب صورت بنادی بانکپن نے

لگی کہنے کہ اے نادان انساں
قدامت کے اندھیروں کی میں ضو ہوں

نئی دنیا کا ہوں انمول تحفہ
سنو میں وقت کی تہذیب نو ہوں

•••••••••••

چاند کی تسخیر

آج لب پہ آدمی کے چاند کی تسخیر ہے
خواب جودیکھا تھا انساں اسکی یہ تعبیر ہے

وقت کی آواز ہے اعلان عالم گیر ہے
جرأت انکارنا ممکن یہ وہ تشہیر ہے

چاند کی دھرتی ہے عنوان مذاق گفتگو
کاروانِ منزل مہتاب کی تفسیر ہے

کیوں نہ ہو حاصل زمانے کو خلاء کا یہ سفر
جبکہ ہر شئی پہ مسلط قوت تدبیر ہے

ہے خلا زیر تصرف چاند ہے زیر نگیں
خواب انساں اب اسیرِ حلقۂ زنجیر ہے

ہوگئی ہے ماہ تاباں کی سند حاصل اسے
چاند اسکی ملکیت ہے چاندنی جاگیر ہے

کہہ دیا منظرؔ نے سب کچھ پردۂ اجمال میں
ہاں مگر تفصیل اسکی تشنۂ تقریر ہے

•••●●●●●•••

تصویرِ وقت

سر پہ ہوتی ہے دھوپ غربت کی
دھول کے پیرہن میں ہوتا ہے
اور پھر رات کے اندھیرے میں
دکھ کی چادر بچھا کے سوتا ہے

تہی دستی و مفلسی کے سبب
جیب کالج کی بھر نہیں سکتا
اس سبب سے وہ درس گاہوں میں
علم حاصل بھی کر نہیں سکتا

ہر اک چوکھٹ پہ رات دن جا کر
نام پہ سکھ کے ووٹ لیتا ہے
کامیابی کے بعد پھر سب کو
دکھ کے ہاتھوں میں بیچ دیتا ہے

تشنہ ،بدکار نفس کی خاطر
بے گناہوں کا خون پیتا ہے
چھین لیتا ہے عورتوں کا سہاگ
رات دن اسطرح وہ جیتا ہے

•••●●●●•••

عید کا تحفہ

عید کے موقع پہ انمول سا تحفہ بھیجوں
سوچتا ہوں مرے محبوب تجھے کیا بھیجوں

تیری آنکھوں کیلئے مستیِ صہبا بھیجوں
رخ زیبا کیلئے چاند کا ٹکڑا بھیجوں
اور ادا کیلئے رفتارِ غزالہ بھیجوں
سوچتا ہوں مرے محبوب تجھے کیا بھیجوں

مسکراتے ہوئے تاروں کا کنول ہی بھیجوں
اک مدھر گیت یا رنگین غزل ہی بھیجوں
سنگ مرمر کا کوئی تاج محل ہی بھیجوں
سوچتا ہوں مرے محبوب تجھے کیا بھیجوں

پیرہن پھول کا اور پھول کی چادر بھیجوں
چودھویں رات کے مہتاب کا جھومر بھیجوں
روپ کا گہنا تجھے حسن کا زیور بھیجوں
سوچتا ہوں مرے محبوب تجھے کیا بھیجوں

پھول خوشبو کے بنام رخ تاباں بھیجوں
ہر مسرت کو باندازِ گلستاں بھیجوں
تحفہ عید مبارک بصد ارماں بھیجوں
سوچتا ہوں مرے محبوب تجھے کیا بھیجوں

رئیس رام پوری کے دیوان ''احساس'' ملنے کی خوشی میں

احساس ہوا تم رئیسِ اہل قلم ہو
تشنہ ہے ادب اور کرم اور کرم ہو

الفاظ کے ہیروں میں معانی کی دمک ہے
سبحان زمانہ ہو کہ حسانِ عجم ہو

آئینۂ احساس میں ہے عکس زمانہ
اس دور کا لگتا ہے کوئی ساغر جم ہو

یہ شان، یہ اعزاز، یہ رفعت ہو مبارک
اللہ کرے چاند ستارے پہ قدم ہو

ہر لفظ یہ احساس دلاتا ہے کہ جیسے
سمٹا ہوا قرطاس پہ گلزار ارم ہو

•••●●●●•••

دارالعلوم شاہ عالم جمال پور روڈ احمد آباد گجرات میں میرا ایک معلم کی حیثیت سے تقرر ہوا تھا اسکے دستار بندی کے موقع پر یہ اشعار موزوں ہوئے۔۔۔

فیض گاہ اعلیٰ حضرت ہے یہ دار علم وفن
پھوٹتی ہے جس کے ذروں سے ہدایت کی کرن

علم دین کے تازہ تازہ ہیں گلاب ونسترن
عندلیب گلشن احمد رضا ہے نغمہ زن

ظلمت گجرات میں یہ نور کا مینار ہے
گم شدہ کو راہ دکھلاتی ہے جسکی ہر کرن

چشم بینا ہو تو دیکھے آج فیضان رضا
ظلمت گجرات میں بن کر ہے شمع علم وفن

•••••••••

قطعات

فضل حق ہے بڑی نوازش ہے
ہاں اے رمضان تیرے صدقہ میں
رزق میں کس قدر کشائش ہے
پے بہ پے رحمتوں کی بارش ہے

فرش پہ یہ بہار صوم وصلاۃ
عرش سے مژدۂ خداوندی
پھول بن کر جو مسکرائی ہے
مژدۂ مغفرت سنائی ہے

•••••••••

عزیزم نورالزماں کی تقریب شادی کے موقع پر تہنیت کے اشعار کہے گئے چراغ دور ۱۴۱۴ سنہ ۱۴۱۴ھ

عروس نو کے لب پر شادمانی رقص کرتی ہے
بہار حسن کی رنگیں جوانی رقص کرتی ہے

مبارک یہ گھڑی تم کو یہ تاریخ مسرت کی
کتاب زندگی کی اک کہانی رقص کرتی ہے

مبارک عقد کا رشتہ یہ ایسا دائمی رشتہ
کہ جس پر آدمی کی عمر فانی رقص کرتی ہے

بلندی سے اتر کر روح عظمت نے دعا دی ہے
ادھر بیٹے پہ ماں کی مہربانی رقص کرتی ہے

جھل
سمیسر گاؤں سے یہ جھلجھلی تک آنے جانے میں
نشان راہ کی ہر اک نشانی رقص کرتی ہے

چراغ دور ہیں تاریخ سال عقد ہے منظؔر
خدا رکھے مری یہ خوش بیانی رقص کرتی ہے

•••●●●●●•••

دوست کی موت پر

آج سناٹا ،خموشی زندگی ہے سوگوار
ہر طرف ماتم بپا ہر آدمی ہے اشکبار

ہر طرف ہیں سسکیاں ہر ایک کی ہے چشم نم
کیا ہوا میرے خدا یہ سوچتا ہوں بار بار

کھو گیا جانے کیاں ماں باپ کی آنکھوں کا نور
زندگی کے راستے میں لٹ گیا بھائی کا پیار

جسکی باتوں سے دلوں میں پھول کھلتے تھے کبھی
اس کے غم میں آج ہیں دل سیکڑوں کے داغدار

بھول سکتا ہی نہیں اے دوست میں ہرگز تجھے
مجھ کو تڑپاتی رہے گی تیری ہر اک یادگار

تیری خاک قبر میں ہو گنبد خضریٰ کا نور
تیرے گھر کے ہو محافظ رحمت پروردگار

•••●●●●•••

رقعہ شادی ماسٹر واثق الیقین ۴ مئی ۱۹۷۷ء
اس اہتمام کے ساتھ کہ ہر ایک شعر صرف اسم و حرف پر تمام ہے

ہر نفس تحمید رب دو جہاں
سرمدی نعت رسول انس و جاں

مژدۂ تقریب شادی سب کے نام
ایک پاکیز مسرت کا پیام

لخت دل، تسکینِ خاطر دل نشیں
نور دیدہ یعنی واثق الیقیں

سنت پاک نبی سے مستفید
دختر طاہر سے یہ عقد سعید

مرحبا شادی مبارک یہ کنول
منظر تاریخ در نظم عمل

دعوت شرکت بأمید قبول
جس سے گل زار مسرت کا حصول

...•••••...

مری نور دیدہ رفعت جہاں سلمہا کا عزیز عبد الخالق سلمہ ابن عبد الجبار مجگواں کے ساتھ نکاح مورخہ ۱۵/اپریل ۲۰۰۶ء ہوا اس موقع پر دعوت نامہ کے لئے چند اشعار موزوں ہوئے ۔۔۔

دوریاں سمٹیں جو دل کی فاصلے کم رہ گئے
دور اب کچھ بھی نہیں ہے گانگی سے مجگواں

دید کے قابل یہ منظر لائق صد تہنیت
عبد خالق کے جلو میں رخصت رفعت جہاں

آپ کا تشریف لانا شکر یہ ہی شکریہ
اور تناول بھی کریں ہم شادماں ہی شادماں

التجا ہے آپ سے تشریف ارزانی کریں
تا کہ یہ غربت کدہ ہو جائے رشک گلستاں

شہباز اور رخسانہ صنعت توشیح میں سہرا ۲۹؍ جولائی سنہ ۹۳ میں لکھا گیا

ش ــــ شادمانی سے ہر اک شخص نے دیکھا سہرا
ر ــــ رخ نوشہ پہ مسرت کا جو باندھا سہرا

ا ــــ آیا ہر سمت سے پیغام مبارکبادی
خ ــــ خواب ٹوٹا ہے جو گیتوں سے سجایا سہرا

ہ ــــ ہار پھولوں کا گلستان خوشی سے لیکر
س ــــ ساری بہنوں نے اک بھائی کا سجایا سہرا

ب ــــ باپ کی روح بھی آئی ہے ارم سے لیکر
ا ــــ اپنے بیٹے کیلئے اپنی دعا کا سہرا

ا ــــ اپنی آنکھوں میں لئے ماں نے ضیا الفت کی
ن ــــ نور دیدہ کا بڑے پیار سے دیکھا سہرا

ز ــــ زہے تقدیر کہ اب سر پہ سجا کر دستار
ہ ــــ ہر اک بہنوئی نے آنکھوں سے لگایا سہرا

•••●●●●•••

تہنیت

بہار آئی چمن میں سہانے دن آئے
کلی نے گیت مسرت کے جھوم کر گائے

فلک کے چاند ستاروں سے یہ صدا آئی
یہ روشنی کی کرن ہر طرف بکھر جائے

نظر نواز درخشندگی مبارک ہو
حسین چاند مبارک یہ نور کے سائے

خدائے پاک نے بخشی ہے چاند سی بیٹی
بہت دنوں پہ تو دن یہ خدا نے دکھلائے

...●●●●●...

جشن غالب صدی

جشن صد سالہ بھی تیرا کسقدر پر نور ہے
ذرہ ذرہ سے عیاں گویا چراغ طور ہے

پیش کرتا ہے سبھی تجھ کو عقیدت کا خراج
اس قرینہ سے یہ ظاہر ہے کہ تو مسرور ہے

روح غالب نے دیا پھر اسطرح مجھ کو جواب
آہ وہ پیاری زباں اردو، زبان لاجواب

آج وہ اپنے وطن میں ہوگئی ہے بے وطن
آسمانِ ہند پر کل بنکے تھی جو ماہتاب

سہرا

یک بیک نوشہ کے رخ کو چوم کر سہرا کے پھول
بن گئے اس جشن میں رشک قمر سہرا کے پھول

اٹھتی ہے سب کی نظر سہرا کے پھولوں کی طرف
دلکشی رکھتے ہیں خود میں اسقدر سہرا کے پھول

آج شمشیر علی کی آرزو ہے شاد کام
نکلی ہیں دل سے دعائیں دیکھ کر سہرا کے پھول

کیسا سہرا ہے مرے بھائی کا یہ بولی بہن
میں بھی دیکھوں تو ذرا سا جھانک کر سہرا کے پھول

سب کے چہرے کھل اٹھے ہیں آج پھولوں کی طرح
مرحبا رکھتے ہیں یہ حسن اثر سہرا کے پھول

مسکرایا آسماں بھی جھوم اٹھی یہ زمیں
جس گھڑی باندھے گئے نوشہ کے سہرا کے پھول

مستری امجد علی نے دیکھ کردی یہ دعا
نوشہ کے سر پر بنے لعل و گہر سہرا کے پھول

شاہد و عرفان و تسلیم رضا کو ہے خوشی
سر پہ ماموں جان کے یہ دیکھ کر سہرا کے پھول

ان میں صابر اور اختر کے ہے ارماں کی جھلک
ہیں ٹکے سہرا کے اندر جسقدر سہرا کے پھول

ہو مبارک بادا ے نوشہ یہ جوڑا یہ لباس
لائے پھولوں ہی کا موسم عمر بھر سہرا کے پھول

راس آئے زندگانی کو سہانی یہ گھڑی
اور بنائے گھر کو فردوس نظر سہرا کے پھول

•••••••••••

جامعہ رضویہ کلیان

جامعہ پر اعلیٰ حضرت کا بڑا احسان ہے
اہل سنت کی یہی کلیان میں پہچان ہے

عطر بیزی میں ہے فیضان رضا کی انجمن
پھول اور کلیوں سے مہکے جیسے فطرت کا چمن
مسکرائے کیوں نہیں یہ دیکھ کر دھرتی گگن

مسلک احمد رضا ہی کا تو یہ احسان ہے
جامعہ پر اعلیٰ حضرت کا بڑا احسان ہے

اہل سنت کی یہ محفل آئے ہیں اہل سنن
اہل علم و اہل تقویٰ اور اہل علم وفن
عطر بیزی کرتے ہیں یہ سارے گلہائے چمن

سنیت کی آبرو ہیں یہ مرا ایمان ہے
جامعہ پر اعلیٰ حضرت کا بڑا احسان ہے

جامعہ کا مہتمم جب مولانا مسعود ہے
یہ مجاہد اور مجاہد کا قدم محمود ہے
جامعہ کو بام پر لے جانا ہی مقصود ہے
جان اسکی جامعہ وہ جامعہ کی جان ہے
جامعہ پر اعلیٰ حضرت کا بڑا احسان ہے

جامعہ میں خوب ہے ناظم جہانگیر زماں
جامعہ ہے باغ منظر وہ ہے اس کا باغباں
باغبانی کرتا ہے وہ نونہالوں کی جہاں
علم وفن سے بھی مزین نام کیا ذی شان ہے
جامعہ پر اعلیٰ حضرت کا بڑا احسان ہے

باغبانی سے ہیں تازہ نونہالان وطن
نغمہ زن ہیں انجمن میں عندلیبانِ وطن
ہیں یہی جان وطن شان وطن آن وطن
یہ تو بس احمد رضا کی ذات کا فیضان ہے
جامعہ پر اعلیٰحضرت کا بڑا احسان ہے

•••••••••••

سر مبارک

سرنگوں جملہ شاہان اعظم رہیں
سر جھکائے ہوئے قیصر و جم رہیں
خاک پہ کج کلاہان عالم رہیں
جس کے آگے سر سروراں خم رہیں
اس سر تاج رفعت پہ لاکھوں سلام

گیسوئے مبارک

آسمان کرم کی معطر گھٹا
ابر، جود وسخا کا برستا ہوا
جس سے سرسبز ہے گلشن کبریا
وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا
لکۂ ابر رافت پہ لاکھوں سلام

مقدس مانگ

نور افشاں تھا چاروں طرف بدر حق
بکھرے بکھرے سے تھے گیسوئے مہر حق
جس گھڑی وہ سنوارے گئے بہر حق
لیلتہ القدر میں مطلع الفجر حق
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

جبین مبارک

جس کا رتبہ سر حشر بالا رہا
جس پہ شان کریمی کا سایہ رہا
پیش داور جو محشر کا دولہا رہا
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

رخسار مبارک

ہر فروزاں دیا سر بسر جھلملائے
شمع تاباں جسے دیکھ کر جھلملائے
سامنے جن کے نجم سحر جھلملائے
جنکے آگے چراغ قمر جھلملائے
ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام

عرق مبارک

عارض صبح پہ وہ چمکتا عرق
دامن گل سے پیہم ٹپکتا عرق
عکس خورشید سے وہ دمکتا عرق
شبنم باغ حق یعنی رخ کا عرق
اس کی سچی براقت پہ لاکھوں سلام

چشم مبارک

ذرۂ سنگ خارا سے پوچھے کوئی
دامن کوہ سینا سے پوچھے کائی
طور کے دشت وصحرا سے پوچھے کائی

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھوں والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

نگاہ اقدس

بے کلی کی فضا تھی سکوں چھا گیا
بیقراری تھی سب کو قرار آ گیا
مردنی چھائی تھی زندگی پا گیا
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

مژہ اقدس

شامیانہ ہے وہ چشم پرنور کا
سائے میں جس کے ہے دیدۂ پرضیا
بہر کون و مکاں ہے وہ ظل خدا
ان کی آنکھوں پہ وہ سایہ افگن مژہ
ظلۂ قصر رحمت پہ لاکھوں سلام

ابروئے مبارک

بہر تعظیم، ابروئے دنیا جھکی
گلشن خلد کی شاخ طوبیٰ جھکی
وجد میں قوس افلاک کہنہ جھکی
جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی
ان بھنوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

گوش مبارک

قالب نور میں حق نے ڈھالے وہ کان

آسمان تجلی کے ہالے وہ کان
منفرد سب سے جگ میں نرالے وہ کان

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

خط مبارک

جس سے سرسبز ہو تازگی کا بدن
دیکھ کر لہلہائے بہار چمن
جلوہ افروز ہے دست قدرت کا فن

خط کی گرد دہن وہ دل آرا پھبن
سبزۂ نہر رحمت پہ لاکھوں سلام

ریش مبارک

پرسکوں جس سے وہ عالم ریش دل
دور جس سے ہو درد و غم ریش دل
بیکسی میں رہے ہمدم ریش دل

ریش خوش معتدل مرہم ریش دل
ہالۂ ماہ ندرت پہ لاکھو سلام

دھن مبارک

گفتگو حق کی پیغام اللہ کا
نطق میں جس کے مضمر ہے راز خدا
جس کے ہر اک سخن حکمت کبریا

وہ دہن کس کی ہر بات وحی خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

زبان مبارک

جس کو ہم وجہ ایجادہستی کہیں
باعث ہر بلندی و پستی کہیں
ان کی ہر شئی پہ ہم بالادستی کہیں
وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

لبہائے اقدس

پنکھریوں کی معصوم رعنائیاں
نرم اوراق غنچہ کی زیبائیاں
برگ لالہ کی پاکیزہ شادابیاں
پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

مقدس تبسم

رنج وغم کا جسے ہم مداوا کہیں
لوگ جس سے علاج غم دل کریں
چین دل کو ملے درد کو راحتیں
جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

گلوئے مبارک

تازگی جس سے پایا ہے نطق زبان
جس سے سرسبز ہے علم وحکمت کی جان
ہر نفس جس سے شاداب روح بیان

جس میں نہریں ہیں شیر وشکر کی رواں
اس گلے کی نضارت پہ لاکھوں سلام

شانۂ مبارک

جو ہے روح شرافت و جان شرف
جس سے قائم ہے دنیا میں آن شرف
جو بلندی میں ہے آسمان شرف

پشت مبارک

جس سے ارباب دانش کو عقل وشعور
ملتا ہے اہل حق کو بصیرت کا نور
حکمت دین ودنیا کا جس سے ظہور

روئے آئینۂ علم پشت حضور
پشتیِ قصر ملت پہ لاکھوں سلام

دست اقدس

سائل در کو بہتر سے بہتر دیا
ذرہ مانگا کسی نے تو گوہر دیا
الغرض دامن زندگی بھر دیا

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا
موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام

بازوئے مبارک

قوت ایسی زمانے میں پیدا نہیں
ایسی طاقت کوئی لے کے آیا نہیں
زور بازو کسی نے یہ دیکھا نہیں
جس کو بار دو عالم کی پرواہ نہیں
ایسی بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

شکم مبارک

دست قدرت میں ہے نعمت کبریا
وصف شاہی میں انداز شان گدا
ہے قناعت شب و روز و شکر خدا
کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

مبارک کلائی

آخری زندگی کا سہارا کہوں
ہر نفس اپنے ہاتھوں سے تھامے رہوں
اک سکون جگر ایک سوز دروں
کعبۂ دین دنیا کے دونوں ستوں
ساعدین رسالت پہ لاکھوں سلام

کف دست مبارک

جو ہے تقدیر کون و مکاں کا بھرم
جو ہمیشہ سے ہے فیض گاہ امم
زیر احساں عرب جس کا ممنوں عجم

جس کے ہر خط میں ہے موج نور کرم
اس کف بحر ہمت پہ لاکھوں سلام

انگشت مبارک

جان نثاران آقا جو پیاسے رہیں
رنج تشنہ لبی لمحہ لمحہ سہیں
حال تشنہ لبی جب وہ جا کر کہیں
نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

ناخن مبارک

نور پھیلا، ہوا ظلمتوں کا زوال
دیکھ کر جس کو ڈھل جائے گرد ملال
اب نہ اٹھے گا رنج والم کا سوال
عید مشکل کشائی کے چمکے ہلال
ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

مہر مبارک

قدسیوں کا یہی جلوۂ جان ودل
ساری خلقت کا ہے قبلۂ جان ودل
اہل ایماں کریں صدقۂ جان ودل
حجر اسود کعبۂ جان ودل
یعنی مہر نبوت پہ لاکھوں سلام

مبارک پنڈلی

خوبصورت ستون قصور ارم

استقامت ہیں جیسے عمود حرم

ہر اصابت کا قائم ہے جس سے بھرم

شاخ اصل قدم شاخ نخل کرم

شمع راہ اصابت پہ لاکھوں سلام

زانوئے مبارک

قربت خاص بن جائے وجہ سرور

بالیقیں صحبت پاک ہے رشک طور

نور والے کے نزدیک پاتے ہیں نور

انبیاء تہ کریں زانوان کے حضور

زانوؤں کی وجاہت پہ لاکھوں سلام

کف پاک مبارک

جس طرف سے بھی گذرے رسول حشم

ذرۂ خاک طیبہ ہوا محترم

اس قدر محترم وہ نقوش قدم

کھائی قرآں نے خاک گذر کی قسم

اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

منظر حشر میں جب چلیں ہاں رضا

مصطفیٰ جلوہ فرما رہیں ہاں رضا

اہل محشر درودیں پڑھیں ہاں رضا

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا

غوث الوریٰ اکیڈمی کی شائع کردہ کتابیں
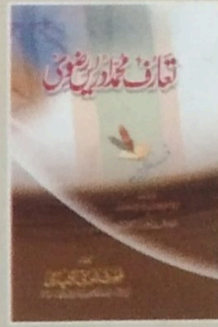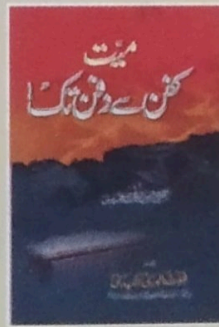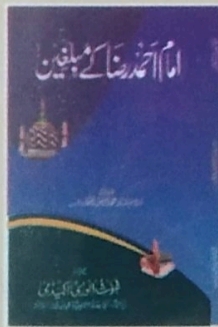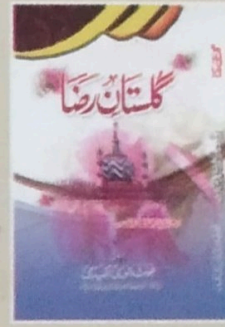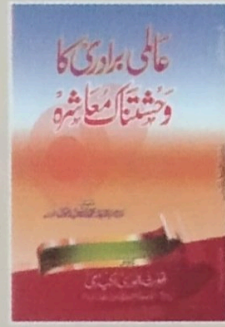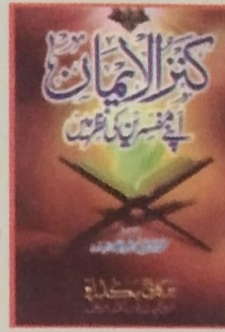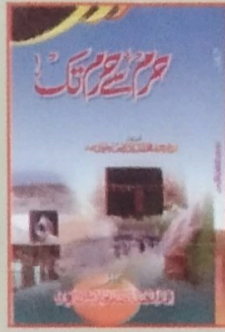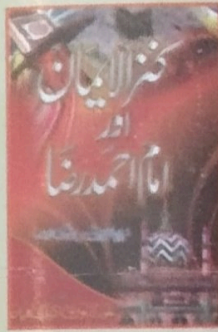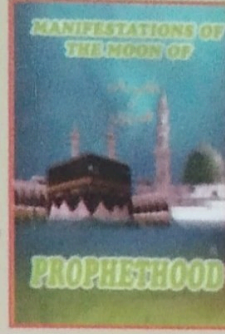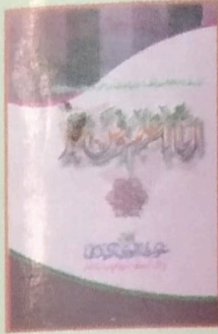
تصنیف واشاعت، تبلیغ ودعوت وقت کی اہم ضرورت ہے مالی تعاون کے ذریعہ راہ ہموار فرمائیں

Office

AL-JAMIATUL-RIZVIA

Behind Desai Shopping Complex, Raza Nagar, Bail Bazar,
Valipeer Road, Kalyan (w) Dist.Thane, Maharashtra 421301
Contact: 9322329875 / 9323737659

Designed By. Shamshad Rizvi 9321007827